کہ روزی روٹی کا مسئلہ کوئی اہم مسئلہ نہیں، اس کا وعدہ خداوندہ قدوس نے ہم سے کیا ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ـــــ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۔ اور یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ روزی کا تعلق قسمت سے ہے عقل سے نہیں، اگر عقل سے اس کا تعلق ہوتا تو بیوقوف بھوکوں مرتے، لیکن نظام قدرت عجیب ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا اصل مسئلہ اور مقصد زندگی پیغام خداوندی ہے، دعوت وارشاد ہے۔ اس کاروان سفر میں رہ کر اپنی ابدی زندگی سنوارنا ہے۔ آخرت کی فکر کرنی ہے۔ اس بارے میں اسلام و قرآن کے ارشادات مکمل واضح ہیں۔ صحابۂ کرام رضؓ واسلافؒ کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ انھوں نے اس دنیا سے کسطرح خوشہ چینی کی اور اس خوانِ نعمت سے بھی سیرابی حاصل کرکے اور دامن بچاتے ہوئے کس طرح دنیا و آخرت کی فلاح و بہبودی ان کے حصہ میں آئی۔

حضرات!:- یہ مدارس دراصل اسلامی چھاؤنیاں ہیں۔ ان کے سایہ میں زندگی ملتی ہے۔ اقدار کی بند کلیاں چٹختی ہیں۔ افکار کے پھول کھلتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے سایہ میں زندگی پل کر جوان ہوتی ہے۔ اور ان مدارس کے ذریعہ زندگی کا صحیح حل تلاش کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے، وقت کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ ہم وابستہ ہوں، اپنا تعلق قائم کریں، ان کی اعانت کریں۔ ورنہ یہاں بھی یورپ کے میخانوں کا نظارہ ہوسکتا ہے۔

اپنے آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے واقفیت نہ ہوتی، اپنی تاریخ اور اپنے کارناموں کی انھیں ہوا تک نہ لگتی۔

ان مدارس نے وہ کارنامہ انجام دیا جو ہمیشہ یاد رکھا جائے، انھوں نے بروقت مسلمانوں کو سنبھالا دیا، انھیں اپنی تاریخ، اپنے کلچر اور دینی اہمیت کا احساس دلایا، مسلمانوں کے ملی تشخص اور ان کی انفرادیت کو برقرار رکھا۔

حضرات! اس وقت جو چپہ چپہ پر مکاتب و مدارس قائم ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ مدارس معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ پوری سوسائٹی اور سماج کا مکھن ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ جو ہمارا اور آپ سب کا حقیقی مقصد ہے۔ اس لئے ہمارا اور آپ کا تعلق بھی ان سے ایسا ہی ہونا چاہئے جیسے جسم کا روح سے، آفتاب کا روشنی سے، اور پھول کا خوشبو سے۔ اگر یہ آپ کا تعلق باقی ہے تو سمجھ لیجئے کہ جسم و روح دونوں زندہ ہیں۔ اگر یہ تعلق ختم ہوا تو پھر ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔

دوستو! بہت سے حضرات یہ کہتے ہیں کہ ان مدارس سے کیا ملتا ہے۔ ان سے نوکری نہیں ملتی۔ ان سے ڈگریاں نہیں ملتیں۔ یہاں کے افراد قوم کے اوپر بار ہیں۔ ان میں شعور و بیداری نہیں آتی یہ ٹیکنکل لائن میں آگے نہیں بڑھتے۔ ان حضرات سے میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں

اس لئے اس سدا بہار زندگی کے لئے جہاں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے وہاں کی تیاری کے لئے عقائد و افکار صحیح و سنوارنے کے لئے ان مدارس کا ہونا ناگزیر ہے۔

حاضرین کرام! مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد اسلام پر ایک ایسا دور آیا۔ اور اُمّتِ مسلمہ ایسے نازک مرحلوں سے دوچار ہوئی جس نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں میں اضطراب و بے کلی کی فضا پیدا کردی، ان پر ہر طرف سے یلغاریں ہونے لگیں، ان کے عقائد کو مسخ کیا جانے لگا، ذہنی و فکری ارتداد پیدا کرنے کی منظم سازشیں ہونے لگیں، ان کی اقتصادی، سماجی اور معاشرتی زندگی کو مفلوج کردیا گیا، انھیں ہر طرح سے بے دست وپا کردیا، ٹھیک ان نازک حالات میں علماء و مفکرین اور ملت کا درد رکھنے والے حضرات نے مدارس کا جال بچھایا، چپہ چپہ پر مکاتب قائم کئے۔ اور اُمّت کے نونہالوں اور ملت کے جیالوں کو ذہنی اور فکری قتل سے بچانے کے لئے دُور بین نگاہ رکھنے والے غمگسار علماء مسیحی مشنریوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے میدان میں کود پڑے ـــــ اگر بروقت یہ علماء کھڑے نہ ہوتے، ان مکاتب و مدارس کا جال نہ پھیلاتے۔ تو آج ہر گھر میں انجیل پڑھائی جاتی ان کے عقائد و افکار میں ثنیت و بت پرستی کارجا ؤ ہوتا، الحاد و لادینیت کا گھر گھر مرکز ہوتا قرآن اور افکارِ اسلامی سے لوگ کوسوں دور ہوتے، انھیں

لاسکا ہے، گذرے ہوئے لمحات بھی کسی کے بس میں ہیں۔ ان سب کا جواب آپ یہی دیں گے کہ یقیناً یہ کام آج تک کسی سے نہ ہوا اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے ـــــ جب ہمیں اس کا یقین ہے کہ ہمیں مرنا ضرور ہے حساب و کتاب بھی ہونا ہے، جس نے پیدا کیا وہ زندگی کے بارے میں سوال کرے گا۔ ان نعمتوں کے بارے میں پوچھے گا۔ قبر میں سوال و جواب ہوں گے، ان سوالات کے جوابات، ان کی مشق و تمرین اور ٹریننگ میرے محترم دوستو! ـــــ مال و دولت، بہترین دنیوی کالج، بڑی بڑی یونیورسٹیاں نہیں دے سکتی۔ ایوانِ حکومت اور ماہرینِ قانون اس کے جواب سے قاصر ہیں۔ یہ جواب اگر مل سکتا ہے اِنہی مدارس و مکاتب سے۔ یہ سبق اگر حاصل ہو سکتا ہے تو اِنہی بوریئے پر بیٹھنے والے علمائے کرام سے۔ اور اُس ابدی زندگی میں رُستگاری ہو سکتی ہے تو ان ہی خرقہ پوشوں اور ذکر اللہ میں مشغول ہونے والے حضرات سے۔ صحیح ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور کسی نے کمالِ عقیدت و ارادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سچ کہا ہے ؎

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو!
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

بہترین وشاندار عمارتوں کی شکل میں۔ دراصل یہ سب اسلام کے مضبوط قلعے ہیں، دین کے آہنی حصار ہیں۔ ان سے ملت کا تشخص قائم ہے، یہ امت اسلامیہ کے دھڑکتے دل ہیں، یہ اسلامی کلچر وثقافت کے آئینہ دار ہیں، یہ اخلاق و ایمان اور اخلاص وروحانیت کے سرچشمے ہیں یہاں مردہ دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ یہاں پیاسوں کو سیرابی ملتی ہے، یہاں طلبہ کے قلوب میں اخوت و ہمدردی، مساوات ورواداری، کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں ان کے افکار وعقائد صحیح ہوتے ہیں، ان میں فکر آخرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آنے والی زندگی کے لئے اسے ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اسے سوالوں کے جوابات یاد کرائے جاتے ہیں۔

دوستو! بہت سے حضرات اسے حقیقت سمجھتے ہیں کہ دنیا بہت ترقی کر گئی، اس میں بہت سی چیزوں کی ایجاد ہو گئی، اس کی بھی کوشش ہو رہی ہے کہ سورج چاند، اور ستاروں کو اپنے قبضہ میں کر لیا جائے۔ طرح طرح کے انکشافات ہو رہے ہیں، ان سائنسی ایجادات نے بہت سی چیزوں کا انکار کر دیا ہے۔ لیکن آپ سوچ کر، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خدارا مجھے بتائیے۔ کسی نے اس دو گز زمین کے ٹکڑے کا بھی انکار کیا ہے، موت کے وقت کو کسی نے دو چار گھنٹے کے لئے مؤخر کیا ہے سانس کی رفتار پر بھی کسی کا قابو ہوا ہے، زندگی بھی کوئی دوبارہ واپس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امّا بعدُ!

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ:۔ وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

جنابِ صدر، سامعینِ کرام، حاضرینِ جلسہ! سب سے پہلے میں خداوند قدوس کا ہزار بار شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس قابل بنایا کہ اس عظیم موقعہ پر آپ حضرات سے گفتگو کرسکوں، اپنے دلی جذبات اور قلبی احساسات آپ تک پہنچا سکوں اور اس پروگرام کے موقعہ پر جو مسلمانوں کا ترجمان اور پوری پوری ملتِ اسلامیہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس سنہرے موقعہ سے فائدہ اٹھاؤں اور صاف طور سے آپ کو بتلادوں، کہ آپ جو یہاں اکھٹے ہوئے سر جوڑ کر بیٹھے، دور دراز کا سفر کیا، قیمتی وقت صرف کیا، اپنے آرام کو تج اور راحت کو قربان کیا، آپ کا اس طرح بیٹھنا، ایسی دینی محفلیں قائم کرنا، ایسے پروگرام منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا بڑا اہم اور مبارک فریضہ ہے، اس سے امت کی ساکھ اور ملی تشخص باقی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے آمین!

حضرات! اس موقعہ پر مدارس اسلامیہ کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ یہ مدارس جو اس وقت آپکے سامنے ہیں۔ بہت سے جھونپڑیوں، چھپروں کی شکل میں، کوئی قلعہ کی شکل میں کوئی

مدارس کی

اہمیت وافادیت

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے۔
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر دل صورت مینا دے

(اقبال رح)

مان لی، ہیرے کا جگر پھول کی پتی سے کٹ گیا۔ فوراً بول اٹھے، جو کچھ پڑھ رہی تھی مجھے لاکر سناؤ، اجزائے قرآنی لائی پڑھنا شروع کیا جب یہ الفاظ سامنے آئے آمنوا باللہ و رسولہ بے اختیار پکار اٹھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ ایمان کی دولت سے مالامال ہو گئے۔ اس تربیت اور اس کلمہ کے آگے سر اطاعت خم کیا گئے تھے اس کلمہ کو ختم کرنے لیکن اس کلمہ نے ان کے کفر و شرک کی گردن مروڑ دی اور پھر اسلام میں داخل ہو کر وہ کارنامے انجام دیئے جس کی مثال دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

حضرات! اس کلمہ نے دنیا کو حقیقت کا درس دیا۔ جو پیشانیاں بتوں، پتھروں، درختوں، مکانوں اور ناپاک اجزاء کے سامنے جھکا کرتی تھیں انھیں ان کا حقیقی مقام دلا کر ایک معبودِ حقیقی کے آگے جھکنا سکھایا۔ انھیں ہر طرح سے مالامال کر ڈالا اس کی تاثیر نے بڑے بڑے جابرہ کی گردنیں خم کردی، اس نے دنیا کو ایک لازوال طاقت، ایک قوت و اعتقاد عطا کیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ نظریۂ حیات عطا فرمائے (آمین)

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ۔

٭٭٭

گئے ہو، تم نے بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کرلیا ہے، مارنا پیٹنا شروع کر دیا، آخر بہن بہنوئی کو اس قدر مارا کہ ان کا جسم لہو لہان ہو گیا۔ لیکن بہن نے پوری قوت، جوشِ ایمانی اور حمیت اسلامی کے ساتھ ڈبڈبائی آنکھوں، اور خون آلود بدن کے ساتھ کہا کہ اے عمر جو کچھ کر سکتے ہو کر ڈالو۔ اب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ دل کی گہرائی میں اتر گیا ہے۔ یہ نکل نہیں سکتا۔ حفیظ جالندھری نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ؎

بہن بہنوئی کو عمر نے اس قدر مارا ٭ کہ زخموں سے نکلکر خون کی بہنے لگی دھارا
بہن بولی عمر تو ہم کو مار بھی ڈالے ٭ شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوائے
مگر ہم اپنے دینِ حق سے پھر نہیں سکتے ٭ بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے

دہن سے نامِ حق، آنکھوں سے آنسو، منہ سے خوں جاری
عمر کے دل پر اس نقشہ سے عبرت ہو گئی طاری

حضرات! ایک بہن نیک خاتون، جسم زخمی، کپڑے خون آلود، پیکرِ جذبات، آنکھوں سے آنسو، اس پر یہ پُرشوکت الفاظ اور یہ پیرایۂ بیان، یہ انمٹ نقوش، اندازہ لگائیے، غور کیجئے کہ اس کلمہ نے، ان مختصر سے الفاظ نے عورتوں اور نوجوان خواتین میں بھی کیسی زبردست روح ان کے دل و دماغ میں پیدا کر دی تھی۔ اس کلمہ نے ان میں انقلاب پیدا کر دیا ان کے نزدیک جسم، دل، دماغ، عزیز و اقارب، بچے، بھائی اس کلمہ کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔

دوستو! عمر کی اس قاہرانہ طاقت نے اس مظلومانہ انداز کے آگے ہار

میں اپنے جوش وذہانت، رعب ودبدبہ اور اصابت رائے ـــــــ کی وجہ سے امتیازی مقام رکھتے تھے۔ سفارت کے فرائض آپ ہی کے ذمے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں سرگرمی کے ساتھ اسلام کے سرگرم دشمن تھے قرآن کی روح فنا کرنے میں پیش پیش ـــــــ اس کلمہ لاالٰہ الااللہ کے مٹانے کے لیے اپنے تن من کی بازی لگا رکھی تھی، ایک تہیہ کرلیا اور جوش و جذبات کے عزائم لیکر اٹھ کھڑے ہوئے کہ آج اسلام اور صاحب اسلام کا قصہ ہی تمام کرڈالوں گا۔ پورے عرب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خرخشے میں ڈال رکھا ہے۔ چلو آج اس کا قصہ ہی چکا دوں، انھیں ختم کرڈالوں۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

نبی کو قتل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ طنطنہ وطمطراق سے سید الکونین کے خاتمہ کے لیے جارہے تھے راستہ میں عبداللہ ابن نعیم سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا۔ کہاں جارہے ہو۔ سوال وجواب ہوئے۔ عمر بولے آج میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم کرنے جارہا ہوں جس نے پورے عرب کو تماشہ بنا رکھا ہے۔ مکہ والوں کو ایک الجھن میں ڈالدیا ہے۔ ابن نعیم بولے پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمھارے بہن اور بہنوئی میں بھی اس کلمہ کے قتیل ہوگئے ہیں۔ دین اسلام ان کی رگ وپے میں سرایت کرگیا ہے۔ وہ حلقہ بگوش اسلام ہوچکے ہیں۔ ان الفاظ نے اور اس واقعہ نے آگ پر تیل کا کام کیا چہرے پر شعلۂ غضب اور بھڑک اٹھا، تیورا ور چڑھ گئے، فوراً پلٹے۔ بہن بہنوئی کے گھر پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہے تھے آہٹ پاکر پارے چھپا دیئے۔ پڑھنا موقوف کردیا۔ مگر عمر فاروق کے کانوں میں بھنک پڑچکی تھی۔ کہا مجھے معلوم ہوگیا تم دونوں اپنے دین سے پھر

زندگیوں میں ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے، تنِ مُردہ میں جان پڑ جاتی ہے زمانہ میں انقلاب آجاتا ہے، نوجوانوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، نیا جوش نئی اُمنگ اور نیا جذبہ کروٹیں لینے لگتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے صفا کی چوٹی پر چڑھ کر یہی الفاظ کہے تھے۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا اے لوگو! یہ الفاظ کہہ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

دراصل یہ حروف الفاظ ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے، ان میں جامعیت ہے، ہمہ گیر پیغام ہے۔ زندگی کے ساتھ ان کا واسطہ ہے، قلب و دماغ کے ساتھ ان کا رابطہ ہے، ان میں صداقت و سچائی ہے، گہرائی و گیرائی ہے۔ یقین و اعتقاد ہے، توکل و رضا ہے، صبر و شکر ہے، انابت و تضرع ہے، امانت و دیانت ہے، عفت و عصمت ہے، قناعت و شجاعت ہے، قوتِ ایمانی اور حمیت دینی ہے، عفو و حلم ہے، معاشرہ کے ساتھ گہرا رابطہ اور سوسائٹی کی تشکیل کی بھرپور توانائی اور صلاحیت ہے۔

حضرات! جس زندگی میں بھی یہ کلمہ سرایت کر گیا، اس کی کایا پلٹ گئی جن لوگوں میں بھی اس کا کرنٹ دوڑ گیا اسمیں انقلاب برپا ہو گیا۔ جن کے دل و دماغ نے بھی اسے قبول کر لیا جوش و جوانی کی اُمنگیں ان میں سرایت کر گئی، جن طبیعتوں نے اس کی حلاوت محسوس کی ہمیشہ اقبال و نصیبہ ان کا خادم بن گیا، حضرت عمرؓ مکہ کے نوجوانوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو مالک الملک والصلوٰۃ والسلام الذی لا امثل لہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یا ایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا (حدیث)

جناب صدر، معزز سامعین کرام، حاضرین مجلس! ہمارا یہاں جمع ہونا ملکر بیٹھنا گفتگو سننا صرف اس لئے ہے کہ ہم اچھے مقصد کی طرف گامزن ہو جائیں، ہماری اصلاح ہو جائے اور ہم فلاح و کامیابی کا راستہ اختیار کریں، اس زمانہ میں بھی سرخ رو ہوں اور قیامت میں بھی ناکامی کا سامنا نہ ہو۔

حضرات! میں نے ایک مختصر سی حدیث پڑھی اسمیں تاجدار مدینہ اور دو جہاں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیابی و کامرانی کا راستہ بتایا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہہ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔ تمھاری دنیوی زندگی بھی اور اُخروی زندگی بھی کامیابی سے ہمکنار ہو گی۔

دوستو! دیکھنے میں تو یہ الفاظ بہت مختصر، بہت معمولی، بہت ہلکے پھلکے، زبان پر ان کا تلفظ بہت آسان، لیکن اپنے معانی کے اعتبا سے نہایت وسیع و جامع، بہت عظیم، میزان کے اعتبار سے بہت وزنی اور طاقت و قوت کے اعتبار سے دنیا کی تمام اشیاء سے زیادہ طاقتور در حقیقت ان الفاظ میں اتنی توانائی و اثر انگیزی ہے کہ اس سے خشک کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں، اسکے پڑھنے سے جسم میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

(علامہ اقبالؒ)

ازم مسولینی کا فاشی ازم اور اسٹالین کا کمیونزم اس طرح ترقی کے بامِ عروج پر پہونچ جائیگا۔

حضرات! جن قوموں میں بے پناہ حوصلہ ہوتا ہے۔ ان کے عزائم جوان ہوتے ہیں وہ قوم سدا ترقی کرتی ہے۔ اور جب اس کے مقاصد بھی پاکیزہ، اس کے اصول بھی جامع اور ضابطۂ حیات بھی بلند و آزمودہ ہو وہ قوم کیسے ترقی نہ کرے، کیسے بامِ عروج پر نہ پہونچے۔ لیکن جب یہ پاکیزہ مقاصد، یہ اصول، یہ بلند دستور اور عزائم جوان نہ رہیں تو وہ قوم فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ اور یہ دستورِ خداوندی اپنا کرشمہ دکھا دیتا ہے

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ؕ

آئیے! ہم اپنے اندر نورِ سحر، آبِ گہر اور عزم جوان پیدا کریں۔ بلند مقاصد میں اپنا سب کچھ قربان کردیں، تاکہ ہم سدا ترقی پذیر رہیں، ہمیں ہر مقام پر فتح و کامرانی ہو ——— اور یہ دعا کریں ؎

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کردے
چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کردے

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ

بھلا کسے یقین تھا کہ اس جزیرۂ عرب، اس بے آب و گیاہ سنسان صحرا سے نور و معرفت کے چشمے ابلیں گے، روحانی ارتقار اور سیاسی رسوخ کی بدولت دنیا کی عظیم ترین سلطنتیں اس کے آگے سرنگوں ہوں گی۔ کسے گمان تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شفقت و دل سوزی کے پیکر، رقت و نرمی کے مظہر بغاوتوں کے ہجوم میں ہوں گے، اس کے باوجود وہ ایک ہی دن میں گیارہ گیارہ لشکر روانہ کر سکیں گے جو باغیوں کی تادیب، بدماغوں کی تنبیہ سرکشوں کی سرزنش اور ارتداد پسندوں کی سرکوبی کریں گے۔ اور مانعین زکوٰۃ سے اللہ کا حق وصول کر کے دم لیں گے۔ اور کون کہہ سکتا تھا کہ آل علی و عباس رضی اللہ عنہما کی وہ چھوٹی سی گمنام و بے نام ٹولی صبح و شام میں اس پرشکوہ سلطنت کو الٹ کر رکھ دے گی حالانکہ ایک دن وہ تھا جب اسے کہیں پناہ نہیں ملتی تھیں، ہر آن اُس کے سر پر دھمکیوں کے بادل گرجتے تھے، وہ تلوارو اور سنگینوں کی زد میں تھی اور کون یہ تصور کر سکتا تھا کہ صلاح الدین ایوبی کا چھوٹا سا ناتواں جسم برسہا برس تک کوہِ گراں کے مانند اپنی جگہ ڈٹا رہیگا بیک وقت پچیس پچیس جابر و قاہر بادشاہوں سے مقابلہ ہوگا، زبردست لشکروں کا ہجوم ہوگا، لیکن وہ سلاطین یورپ کو نہایت ذلت و بے آبروئی کے ساتھ لوٹا کر دم لے گا۔ اور کون یہ باور کر سکتا تھا کہ وہ جرمن مزدور ہٹلر قوت و طاقت اور ایسی محیر العقول کامیابی حاصل کرلے گا۔ اسی ہٹلر کا نازی

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ ، کردار قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا وہ تیرا جذب قلندرانہ

حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہے، جس قوم کو وہ سر بلند کرتا ہے اگر وہ اصول وقوانین کے ساتھ عمل پیرا رہے، خدائی اصول سے منحرف نہ ہو۔ قوت واقتدار سے وہ نشۂ سرمستی سے سرشار نہ ہو مخلوق کا رشتہ خالق سے جوڑنے کی فکر میں رہے، اس قوم کے سر پر سدا ہمائے سعادت سایہ فگن رہے۔ اگر وہ ان اصولوں سے منحرف ہو جائے خدا سے رشتہ توڑ لے، خود کو سب سے بڑا تصور کرلے، تو یہ خداوندی قانون اسکی سرکوبی کے لئے تیار ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔

دنیا میں جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے وہ شروع میں بہت کمزور وگمنام تھیں، دیکھنے والوں کو گمان ہوتا تھا کہ ان کا ستارۂ قسمت کبھی نہ چمکے گا، ان کا آفتاب اقبال کبھی طلوع نہ ہو گا، مگر صبر واستقلال اور تدبیر وحکمت نے یہ اندازے غلط ٹھہرا دیئے اور وہ کمزور وناتواں بے سہارا قومیں ترقی کے بام عروج پر پہونچ گئیں، کامرانی کی ان بلندیوں تک پہنچ گئیں جسکی وہ آرزومند تھیں ؎

جس نے بہت تھوڑے سے وقت میں قیصر و کسریٰ کے پرچمے اڑا دیئے، رومن امپائر کا خاتمہ کر دیا۔ ایرانی تمدن و تہذیب کو بدل ڈالا ایک عظیم خطے کے کلچر و ثقافت کو اسلامی کلچر و ثقافت میں تبدیل کر دیا۔ دنیا نے اس ثقافت اور اس عظیم انقلاب میں امن و آشتی، انسانی اقدار و قیم، اور حکمرانی و جہاں بانی کے اوصاف دیکھے، ان میں زبردست اخلاقی قوت، روحانی طاقت، اور انسانیت کی تعمیر کا جذبہ پایا۔ نہیں نہیں ـــــــ بلکہ ان کے کشکول میں ایک لائحہ عمل، ایک ضابطہ حیات اور انسانی زندگی کے ایسے اصول پائے جو ہر تغیر پذیر زمانہ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ انھیں جاہ و منصب سے واسطہ، نہ اقتدار و صلے کی تمنا۔ ان کا مقصد صرف اور صرف مخلوق کی خالق سے معرفت کرانا تھا۔ بندوں کو خدا سے ملانا تھا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عام کرنا تھا۔ لیکن جب یہ قوم بھی ان اصولوں سے منحرف ہو گئی وہ تعمیر انسانیت کا جذبہ ختم ہو گیا وہ اقدار و قیم، وہ اخلاق و افکار ان کی زندگی سے نکل گئے ان کے قلب و نظر میں وہ جذب و مستی کی کیفیت ختم ہو گئی، تو اقبالؔ نے بھی انکا ساتھ چھوڑ دیا، اس کا نام بھی زوال پذیر قوموں کی فہرست میں آنے لگا غم گسار ملت حضرت اقبالؔ مرحوم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یوں کہا تھا ؎

وسلطنت سے الگ اور اپنے اعزہ واقربا سے تنہا بے حقیقت ہوکر ختم ہوا کہ اپنی حکمرانی میں کسی کو اپنی بے بسی کی داستان سنا بھی نہ سکا۔ اور آن کی آن میں اس کے اقتدار کا شاخسانہ ٹوٹ پھوٹ کر خاک میں مل گیا۔

سامعین کرام! واقعہ یہ ہے کہ اس اسٹیج پر کتنے ہی جبابرہ، نماردہ فراعنہ، اکاسرہ، قیاصرہ آئے اور اپنے اپنے وقت میں ایسے ایسے.... کرشمے دکھائے جس نے دنیا کو حیرت میں ڈالدیا۔ اور دنیا نے یقین بھی کرلیا کہ ان کی ترقی لازوال ہے، وقت کا دیوتا ان پر مہربان ہے۔ اب یہ طاقت کبھی ختم نہیں ہوسکتی، ان کے اقتدار کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا لیکن جب اس قوم میں اوصافِ جہانبانی ختم ہوگئے، حکمرانی نے ان کے ذہن ودماغ کو عجب وغرور کی گندگی سے سڑا دیا۔ رقص وسرود، انانیت اور ظلم وستم، خدا سے سرکشی وبغاوت ان کا شیوہ بن گیا، تو صدیوں کی اس مستحکم عمارت کو تہ خاک کردیا، شوکت وعظمت کے اس مضبوط قلعہ کو اس طرح اکھاڑ پھینکا کہ دنیا میں ان کا نام لیوا تک نہ رہا، ان کا جلال وجرأت، شاہانہ اقتدار، اور حاکمانہ قوت وسطوت صفحۂ ہستی سے ناپید ہوگئے۔

بسے نامور بزیرِ زمیں دفن کردہ اند
کز ہستیش بر روئے زمیں یک نشاں نماند

محترم حضرات!! چھٹی صدی عیسوی میں صحرائے عرب سے ایک قوم اٹھی

کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھّر اس پر مسلط کیا اور اس ایک مچھّر نے اس کا کام کر ڈالا، فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس کی حکومت کے نقوش بھی باقی نہ رہے

فرعون نے سر ابھارا، فرعونیت و طاغوتیت کے نتیجہ میں حق سے ٹکرّ لی۔ خدا سے پنجہ آزمائی شروع کی اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دعویٰ کیا، اسی عجب و غرور کے نتیجہ اور اقتدار و طاقت کے نشہ میں بنی اسرائیل کے ساتھ ناروا سلوک کرنا شروع کیا، انھیں طرح طرح سے ستایا جانے لگا۔ پیدا ہوتے ہی ان کے نرینہ بچوں کا قتل عام ہونے لگا۔ ممتا کی آغوش سے ان کے جگر پاروں کو چھین کر انھیں کے سامنے خنجر و تلوار کی نوک پر ہوا میں اچھالا جاتا اور پھر دو ٹکڑے کر کے ان کی آغوش میں دیدیا جاتا۔

فرعون نے سوچا کہ وقت کی طاقت تیرے پاس ہے، دریائے نیل پر تیری حکمرانی ہے، مصر کے خزانے تیرے قبضہ میں ہیں، شاداب کھیتیاں اور سبزہ زار پھلواریاں تیرے تصرف میں ہیں۔ خدم و حشم جاہ و منصب، نوکر چاکر، دولت و ثروت تیرے ادنیٰ اصیل ہیں۔ آسمان مصر کی گردنیں تیرے آگے جھکی ہوئی ہیں۔

لیکن دوستو! جب اس کی بھی باری آئی، خدا کے حکم سے ضرب عصائے موسیٰ نے اس کا کام کر ڈالا تو وہ بحر قلزم میں اس طرح غرقاب ہوا کہ اسے کوئی رونے والا بھی میسر نہ ہوا۔ تاج و تخت سے دور، حکومت

کتنی ہی قوموں نے اس قدر ترقی کی، دنیا کو معلوم ہونے لگا کہ ان کی ترقی لازوال ہے۔ یہ قوم فنا نہیں ہو سکتی، اس کی حکومت ختم نہیں ہو سکتی لیکن جب حقیقی طاقت رکھنے والے فرماں روا نے ان کی قسمت کا فیصلہ کیا تو ایسی گری کہ دنیا ان کے نام سے بھی واقف نہیں رہی۔ ان کے وہ نقوش بھی باقی نہیں رہے جن پر ان کو ناز تھا ——— نمرود نے سوچا کہ تو نے تو اب خدائی کا دعویٰ کر ڈالا، بابُل و نینوا کے تمام اختیارات تمہارے قبضہ میں ہیں۔ ان کے کھنڈرات پر بھی تمہارا سکّہ جاری ہے اقتدار کا تازیانہ تمہارے پاس ہے۔ قوت و طاقت اور غلبہ و تسلط، فوج و سپاہ لشکر و رعایا سب پر تمہاری حکمرانی ہے۔ اسی نشۂ اقتدار میں سرمست ہو کر نمرود نے تمرّد و سرکشی کی، ظلم و ستم اور کفر و عُدوان کا ایک نیا باب شروع کیا، غریبوں کے خون سے نشاط کا ساغرِ احمری تیار ہونے لگا۔ رعایا کی جھونپڑیاں اجاڑ کر شاہی محل سرا تعمیر ہونے لگے۔ اور اس نے سوچا کہ میرے اقتدار کو کوئی خطرہ نہیں، قوت و طاقت میرے ادنیٰ غلام ہیں۔ لیکن جب فیصلہ خداوندی ہوا اور وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ کا اصول سامنے آیا۔ تو نمرود اتنا بے حقیقت ہو کر مرا۔

شیخ فریدالدین عطار نے فرمایا ؎

ع پشہ کارش کفایت ساختہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد!

قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القراٰن الکریم۔ اعوذ باللہ

من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"وتلک الایام نداولھا بین الناس"

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا ✣ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
یہ گورِ سکندر یہ ہے قبرِ دارا ✣ مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

صدرِ محترم، حاضرینِ اجلاس اور سامعینِ کرام:۔ آج کی اس محفل میں اس مبارک بزم میں آپ حضرات کے سامنے قوموں کے عروج وزوال کی حقیقت اور دنیا کی ترقی وتنزلی کے نقشہ کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس آئینہ اور حقیقت کی چھلنی میں ہم اقتدار باختہ اور ترقی یافتہ اقوام کا چہرہ دیکھ سکیں گے۔ ان کے مستقبل کا اندازہ ہمیں ہو جائیگا۔ اور خود اپنے تئیں فیصلہ کریں گے۔

حضرات! دنیا آج سے نہیں ہزاروں بلکہ کروڑوں برس سے قائم ہے۔ اور قیامت تک باقی رہے گی۔ اس مدت میں نہ معلوم کتنی قومیں روئے زمین پر نمودار ہوئیں کتنی قوموں نے اس دنیا کے اسٹیج پر کرشمہ سازی کی۔ اپنے کرتب دکھلائے، تماشہ کیا اور چل بسیں، فنا ہوگئیں

قوموں کا عروج و زوال

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

(اقبالؒ)

ایمانی صفات تھیں جس کے ذریعہ وہ ہر چیز پر حکومت کرتے تھے، برگ و شجر بحر و بر، ارض و سما، کائنات کی ہر چیز ان کے تابع تھی۔

معزز سامعین!!: آج بھی اگر وہ ایمان پیدا ہو جائے، یقین کی وہ کیفیت ہمارے اندر آجائے۔ ظاہر کے مسلمان نہیں، باطن اور اندرون قلب کو مسلمان بنالیں تو کوئی وجہ نہیں، ہمیں عزت حاصل نہ ہو، ہمیں دونوں جہان میں کوئی ٹھکانا نہ ملے، اطمینان و سکون ہمیں میسر نہ ہو باطل اور طاغوتی طاقتیں ہم سے نہ ڈرنے لگیں۔ قرآن مجید کا یہ اعلان ہماری زندگی کے عین مطابق ہو۔ یہ شرط اپنے اندر پیدا کریں۔ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ط

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کامل کی دولت سے مالا مال فرمائے اور ہم مومن کامل بن جائیں۔

آمین یا ربّ العالمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

منع کیا، لیکن یہ فیصلہ اٹل تھا کہ نہیں چوکی جنگل ہی میں بنے گی۔ اپنی جماعت کو لیکر مسلمان افریقہ کے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ افریقہ کے کچھ غنڈے اور اوباش قسم کے لوگ بھی ساتھ ہو گئے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ دیکھیں کہ آج ان بدّوؤں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، تماشائی کی حیثیت سے ساتھ چلے جنگل کے کنارے پہونچکر امیر لشکر جنگل میں داخل ہو گئے، پوری جماعت کنارے کھڑی رہی ان امیر لشکر نے، ان صحابیٔ رسول ؐ نے اور ان مومنِ کامل نے ایک آواز لگائی کہ اے جنگل کے رہنے والے چرندو، پرندو، درندو اور موذی جانورو، آج مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غلامانِ اسلام کو اس جنگل کی ضرورت ہے میں اس ایمان کے ناطے تمھیں حکم دیتا ہوں کہ جنگل خالی کر دو۔ اگر تم نے نہ مانا

ایمانی صفات تھیں جس کے ذریعہ وہ ہر چیز پر حکومت کرتے تھے، برگ وشجر بحروبر، ارض وسمار کائنات کی ہر چیز ان کے تابع تھی۔

معزز سامعین!!! آج بھی اگر وہ ایمان پیدا ہو جائے، یقین کی وہ کیفیت ہمارے اندر آجائے۔ ظاہر کے مسلمان نہیں، باطن اور اندرون قلب کو مسلمان بنالیں تو کوئی وجہ نہیں، ہمیں عزت حاصل نہ ہو، ہمیں دونوں جہان میں کوئی ٹھکانا نہ ملے، اطمینان وسکون ہمیں میسر نہ ہو باطل اور طاغوتی طاقتیں ہم سے نہ ڈرنے لگیں۔ قرآن مجید کا یہ اعلان ہماری زندگی کے عین مطابق ہو۔ یہ شرط اپنے اندر پیدا کریں۔ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ط

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمانِ کامل کی دولت سے مالامال فرمائے اور ہم مومنِ کامل بن جائیں۔

آمین یا ربّ العالمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

*

منع کیا، لیکن یہ فیصلہ اٹل تھا کہ نہیں چوکی جنگل ہی میں بنے گی۔ اپنی جماعت کو لیکر مسلمانان افریقہ کے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ افریقہ کے کچھ غنڈے اور اوباش قسم کے لوگ بھی ساتھ ہو گئے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ دیکھیں کہ آج ان بدؤوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، تماشائی کی حیثیت سے ساتھ چلے جنگل کے کنارے پہونچکر امیر لشکر جنگل میں داخل ہو گئے، پوری جماعت کنارے کھڑی رہی ان امیر لشکر نے، ان صحابی رسول ؐ نے اور ان مومنِ کامل نے ایک آواز لگائی کہ اے جنگل کے رہنے والے چرندو، پرندو، درندو اور موذی جانورد، آج مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غلامانِ اسلام کو اس جنگل کی ضرورت ہے میں اس ایمان کے ناطے تمھیں حکم دیتا ہوں کہ یہ جنگل خالی کر دو۔ اگر تم نے نہ مانا تو پھر جس کو ہم پائیں گے قتل کر ڈالیں گے۔

سامعینِ کرام!! اندازہ لگائیے۔ آواز کیا تھی، نہ معلوم کوئی گولی چلی تھی، یا کوئی بم پھٹا تھا، یا اس آواز میں جادو تھا، مورخین نے لکھا ہے، تاریخ کے صفحات اس بات کی شہادت دیتے ہیں، کہ شیر، چیتے، بھیڑیئے اپنے اپنے بچوں کو منھ میں دبائے اس طرح جا رہے تھے جیسے کوئی مفتوح قوم فاتح کے سامنے سے گذرا کرتی ہے، یا جس طرح غلام اپنے آقاؤں کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ آن کی آن میں پورا جنگل خالی ہو گیا، افریقہ کے اوباشوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ تماشائی حیرت زدہ رہ گئے ——— یہ قوتِ ایمانی تھی یہ

آپ کو یاد ہوگا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے افریقہ کے بیشتر علاقے فتح ہو گئے ہیں، اسلامی نام لیواؤں اور ملت کے جیالوں نے افریقہ کی سرزمین پر اسلامی علم بلند کر دیا، در و دیوار پر اسلامی جھنڈا لہرانے لگا، وہاں کی پرشکوہ عمارات اور بلند بالا مینار اسلامی عظمت و سطوت کے سامنے ختم ہو گئے۔ اسوقت کچھ اوباشوں اور دشمنانِ اسلام نے دین کی راہ میں روڑے اٹکانے، اور وہاں کے سیدھے سادے نومسلموں کو بہکانا اور ورغلانا شروع کر دیا۔ اس سے بڑی رخنہ اندازی پیدا ہونے لگی تھی۔ ——— عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لئے اور حالات کو معمول پر لانے کے لئے حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو بھیجا۔ حضرتِ عمرو بن العاص رضؓ نے وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیا اور طے یہ ہوا کہ یہاں ایک اسلامی چھاؤنی بنائی جائے، باتیں ہونے لگیں، کسی نے کہا کہ چوکی بیچ چوراہے پر بنائی جائے، کسی نے کہا کہ شہر کے کسی کونے پر چھاؤنی بنائی جائے، کسی نے کہا کہ یہ محل سرا اس کے لئے موزوں جگہ ہے لیکن اسلامی لشکر کے سردار نے کہا کہ چوکی افریقہ کے جنگل میں بنائی جائے گی۔ افریقہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ بالکل بے وقوف معلوم ہوتے ہیں، افریقہ کا جنگل تو وہ ہے جہاں دن ہی میں آدمی جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کوئی اگر وہاں پہونچ جاتا ہے واپس نہیں آسکتا ہے۔ وہاں بڑے بڑے اژدہے دہاڑتے ہوئے شیر، ڈکارتے ہوئے بھیڑیئے اور قسم قسم کے موذی جانور رہتے ہیں ——— بھلا وہاں چوکی کس طرح بنائی جائے گی۔ لوگوں نے

ایمانی قوت اور دین کے پرجوش ولولہ نے کہا، ایمان کی طاقت کے سامنے یہ سمندر کیا چیز ہے، ہم اسی میں گھوڑے ڈالدیں گے۔ چنانچہ مجاہدینِ اسلام نے صحابۂ کرام کی مقدس جماعت نے سمندر میں گھوڑے ڈالدیئے اور اس طرح باتیں کرتے گزر گئے جیسے خشکی پر سے گذر رہے ہیں۔ اور پورا سمندر عبور کر گئے۔ کافروں نے جب یہ حالت دیکھی تو سب یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے، دیوان آمدند، دیوان آمدند۔ کہ، دیو آگئے دیو آگئے۔ اسی طرح مجاہدینِ اسلام کو فتح حاصل ہوگئی ہے۔ اقبال رح نے خوب ترجمانی کی ہے ؎

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حضرات! یہ ایک ہی ایسا واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ کے صفحات پر ایسے سینکڑوں، ہزاروں واقعات آپ کو مل جائیں گے جسمیں مسلمانوں نے ہر میدان میں فتح پائی، انھوں نے پہاڑوں سے ٹکر لی تو پہاڑوں کی سنگینی کے دل چھوٹ گئے، برق و باد راہ میں حائل ہوئے تو ان کا رُخ موڑ دیا۔ وہ جنگلوں میں گئے تو جنگلوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، انھوں نے خاک پر ہاتھ ڈالا، اُسے سونا بنا دیا۔ چرند، پرند، درند ان کے تابع ہوگئے۔ سمندر کے قطرے، بیابانوں کے ذرے، آسمانوں کے تارے سب نے خوش آمدید کہا، انھیں اعزاز بخشا، اقبال رح نے درست فرمایا ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اسکی قسمت بن گئی ہے، اس کا ایمانی شعلہ سرد پڑ چکا ہے۔ مولانا حالی نے درد بھرے انداز میں اس کا رونا رویا ہے۔

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے
چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے ... تم

حاضرینِ کرام!! یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں کہ آج ہمیں اپنے ایمان کا بھی پاس و لحاظ نہیں رہا ہے، صرف نام کے مسلمان باقی رہ گئے ہیں، مسلمانوں کی صفات تک باقی نہیں رہی، وہ جوش و ہمت، وہ جذبۂ اطاعت اور اخلاص و للٰہیت نہیں ہے، کفر ہمارے اوپر ہنس رہا ہے، باطل ہم پر خندہ زن ہے لیکن ہم ہیں کہ خدا کو فراموش کئے بیٹھے ہیں۔ اقبالؒ مرحوم نے قوم کو احساس دلایا ہے۔ کہا ہے ؎

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

دوستو! ایک وہ بھی مسلمان تھے جب مدائن فتح کرنے کے لئے گئے تو راستہ میں ایک سمندر پڑ گیا مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے، مسلمانوں کی

شیخ صاحبؒ کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، اس آدمی نے شیخ سعدیؒ کو متعجب و حیران دیکھکر کہا کہ اے سعدیؒ! تعجب کیوں کر رہے ہو، تمھیں حیرانی کیوں ہے؟؟ یہ تو شیر ہے دنیا کی ہر چیز تمھاری تابعدار بن سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے ؎

تو از حکمِ داور گردن میپیچ
کہ گردن نہ پیچد از حکمِ تو ہیچ

کہ تم خدا کے حکم سے سرتابی نہ کرو دنیا کی کوئی طاقت تمھارے حکم سے سرتابی نہ کرے گی۔ کسی عارف نے سچ کہا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ جو اللہ کا ہوگیا، اللہ اس کا ہوگیا۔

حضرات! آج مسلمان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ ایمان سے کوسوں دور، حقیقی معرفت کا اس کے پاس کوئی نام و نشان نہیں، نہ اس کا کوئی مقام ہے، نہ منصب و ٹھکانا، وہ در در کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے۔ کل جو تمام دنیا پر حکومت کرتا تھا آج وہ غلام بنا ہوا ہے۔ کل جو سمندروں میں گھوڑے ڈالتا تھا، آج خود وہ پانی سے ڈرتا ہے، کل جو ہواؤں کے رُخ موڑ دیتا تھا، آج ہوا کے تھپیڑے اس کے رُخ کو جُھلسا دیتے ہیں۔ کل جو آگ سے صحیح و سلامت نکل جایا کرتا تھا، آج اس کی حالت یہ ہے کہ ایک ہی چنگاری اس کے پورے وجود کو خاکستر کر دیتی ہے۔ کل جو حاکم تھا آج محکوم ہے، کل جو آقا تھا آج غلام ہے حقیقت یہ ہے کہ فلاکت و نکبت نے اسے گھیر لیا ہے، پریشانی و زبوں حالی

میں حقیقت کا انکشاف کیا ہے، آنکھیں کھولدی ہیں۔ صاف طریقے سے فرمادیا ہے کہ تمھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی خوف محسوس نہ کرو دنیا کی کوئی چیز تمہارا کچھ نہیں بگاڑسکتی، شیر تم سے ڈر سکتے ہیں، چیتے تم سے کپکپا سکتے ہیں، دنیا کی بڑی سے بڑی چیز تمہاری غلام بن سکتی ہے۔ لیکن شرط لگادی ہے۔ اگر ایمان وایقان کی بادِ بہاری نے تمھارے قلوب میں گلشن پیدا کر دیا ہو، ایمانی صفات، دینی خصوصیات کے تم حامل ہو۔ لیکن دوستو! آج کا انسان یہ تو چاہتا ہے کہ دنیا اس کے آگے جھک جائے، جس چیز کو وہ چھوئے تو وہ سونا بن جائے، دس کے مقابلے میں اکیلا کافی رہے، اسکی عزت وشرافت کو دنیا سلام کرے، ہر تمنا اس کی پوری، ہر خواہش اس کا بڑھکر استقبال کرے۔ لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ اس کو یہ شرافت وعظمت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب خدا کی غلامی کرے، رنگ وخون کے بتوں کو پاش پاش کرکے ایک ہی حقیقی فرمانروا کا پرستار ہو۔ چڑھتے سورج کی پوجا چھوڑ کر مسجودِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو، اس کو یہ مقام تبھی حاصل ہوسکتا ہے جبکہ اس کی ہر چیز اللہ کی ہو جائے۔

شیخ سعدیؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شیر پر بیٹھا ہے، ڈنڈا اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور شیر کا کان اینٹھ رہا ہے، اس کو جدھر چاہتا ہے چلاتا ہے شیر بلا چون وچرا اس کی تابعداری کر رہا ہے اسکے آگے چل رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قال اللہ تعالیٰ :- ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ط

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل؟
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

محترم حضرات، معزز سامعین کرام !! - اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کی سربلندی و برتری کی ایک تدبیر بتلائی ہے بڑے پُروثوق لہجہ اور بھرپور اعتماد کیساتھ بانگِ دہل اور ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے کہ :- اے مسلمانو! تمھیں کامیاب ہو، تمھیں اس دنیا کے مالک ہو، دنیا کی تمام چیزیں تمھارے لئے ہے - عزت و شرافت کے تم ہی ٹھکیدار ہو، کائنات تمھارے آگے جھک سکتی ہے، چرند و پرند تمھاری اطاعت کرسکتے ہیں لیکن اس کے لئے ایک شرط لگائی ہے وانتم الاعلون ان کنتم مومنین فرمایا "تمھیں سربلند ہو بشرطیکہ تم مومنِ کامل ہو" ایمان کی حلاوت و چاشنی تمھارے اندر ہو - یقینِ کامل کی دولت سے تم مالا مال ہو - مومن کی تمام صفات تمھارے اندر موجود ہو

فرزندانِ اسلام !! اللہ تعالیٰ نے اس مختصر سے جملے اور اس چھوٹی سی آیت

مَن کانَ للہ کانَ اللہ لہٗ

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا
(اقبالؒ)

قائدین کی بات پر ترجیح دیں۔ ؎

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی، نہ تورانی نہ افغانی

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

حضرات! آج ہمارے سامنے بہت مسائل ہیں۔ طرح طرح سے فتنے اٹھ رہے ہیں اور مسلمانوں کو انھوں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس مسئلہ کو ہم خود اپنے سر نہ تھوپے۔ ہم بھی رنگ و نسل ذات پات اور قبیلہ کے بھید بھاؤ کو چھوڑ کر ایک ملت کے تابعدار ہو جائیں اور جب ہم سے بھی کوئی معلوم کرے تمہارا نسب کیا ہے تو ہم بھی صحابہؓ کی طرح بیک زبان ہو کر یہ کہیں اسلام دینِ اسلام دینِ اسلام اسی طرح ستر مرتبہ کہتے چلے جائیں فاروقِ اعظمؓ بلالِ حبشی کو جو غلام تھے آقا کہہ کر پکارا کرتے تھے، ہم اس طرح ترقی کر سکتے ہیں، آگے بڑھ سکتے ہیں۔ کچھ مقام مل سکتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ہماری جگہ کسی اور قوم کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے کھڑا کر دیں گے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عقلِ سلیم اور فہم صحیح عطا فرمائے ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

÷ ÷ ÷

عربی پر، نہ کسی گورے کو کالے پر، نہ کسی کالے کو گورے پر فضیلت حاصل ہے تم سب کی خلقت آدم سے ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے اقوال و اعمال کے ذریعہ، واضح شہادات کے ذریعہ بتلا دیا اور نمونہ آپؐ نے بنکر کے دکھلا بھی دیا ہے۔ اقبال مرحوم نے ریمارک کیا ہے۔ اور بہت خوب فرمایا ہے ؎

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی ✿ اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گذر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو استوار ✿ لا کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

اور مولانا حالیؒ نے اسے بہت آسان لفظوں میں حقیقت کی زبانی کہا ہے

یہ پہلا سبق ہے کتاب ہُدیٰ کا ✿ کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

حضرات! ہم آج اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں، ہم نے شریعت کا کتنا پاس و لحاظ کیا ہے، کتنا دین سے ہمارا رابطہ ہے۔ ہمیں دین سے زیادہ محبت ہے، یا قومیت سے، ہماری مسجدیں الگ ہیں۔ دینی مراکز کو ہم نے الگ عنوان دے رکھا ہے۔ مدارس ہماری قومیت کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ہمارے دل و دماغ میں خدا کی محبت کم، حسب و نسب سے زیادہ تعلق ہے۔ سوچئے کہ ہم اسلام کے قریب ہیں یا قومیت کے۔ اور یہ ذہن پیدا کردہ ان افراد کا ہے جو صرف اپنی دکان چمکانا چاہتے ہیں۔

اس لئے حضرات! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر اخوت ایمانی پیدا کریں اسلامی اصول پر ہم جان دیدیں۔ خدا کا بنایا ہوا قانون ہماری زندگی میں ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم

آسکتا ہے، جنھیں آپ سمجھا رہے ہیں ان کے اتنا کام نہیں آسکتا۔ جو آپ سے اعراض کرتا ہے۔ آپ اس کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں آپکی باتیں نہ مانیں تو اس کا آپ پر کوئی الزام نہیں۔ اور جو طلب صادق کے ساتھ دوڑ کر ڈر کر آپؐ کے پاس آتا ہے اور آپؐ اس سے تغافل کرتے ہیں۔ اسمیں سخت تنبیہ ہے، تاجدار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

دوستو! قرآن حکیم تو مساوات کا درس دینے کے لئے اُتارا گیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑائی وعظمت کا معیار حسب ونسب رنگ ونسل پر نہیں بلکہ تقویٰ اور اعمالِ صالحہ پر رکھا ہے ؎

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغاں بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلماں بھی ہو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمھارے میں قبیلہ وخاندان صرف تعارف وشناخت کے لئے بنائے ہیں۔ تم میں باعزت وہ ہے جو تقوی میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے لا فضل لعربی ولا لعجمی ولا لا بیض ولا سود کلکم من آدم وادم من تراب۔ یہ کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو

بہتر ہے، آپ ان کے کہنے سے یہ کام نہ کر ڈالئے نوح علیہ السلام نے جواب دیا۔ مَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا کفار کے ساتھ تھا۔ آپ نے اس سے کہا ہمارے ساتھ آجائیے۔ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ میرا بیٹا کفار کیساتھ ہے اُسے بچا دیجئے۔ وحی ربانی آتی ہے قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ کہ اے نوح وہ تمھارا بیٹا نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں۔ بڑائی اور شرافت کا دارومدار حق تعالیٰ نے اعمال صالحہ اور تقویٰ بنایا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کچھ معزز قسم کے حضرات تشریف فرما تھے، آپ انھیں تبلیغ کر رہے تھے، اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی دوران حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا صحابی تھے حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر کچھ ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ کہ ہوسکتا ہے یہ لوگ تبلیغ اسلام سے مشرف ہوجاتے۔ ان نابینا صحابی نے آکر بات ادھوری کرادی۔ اس پر فوراً وحی آتی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام قرآن لیکر اترتے ہیں عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰٓی، اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی، اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی، وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی وَھُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَھّٰی۔ آپ ترش رو ہوگئے، آپ کے چہرہ مبارک پر ایک نابینا کے آنے سے ناگواری کے اثرات ظاہر ہوگئے، آپ کو کیا معلوم کہ وہ اپنی طلب میں کتنا صادق ہے تمہارا سمجھانا اس کے کام

سامعین کرام! آج اس مسلم قوم کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ چند نام نہاد قائدین نے اس اجتماعیت کا شیرازہ بکھیر کر رکھدیا ہے۔ یہ امت تسبیح کے دانوں کی طرح بکھری پڑی ہیں۔ اپنی دکان چمکانے کی خاطر، شیخ و سید، مرزا افغان ایرانی، تورانی، افغانی، ہندوستانی کی ایسی خلیج پیدا کر دی ہے جس کا پاٹنا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے، قومیت کا بھوت دل و دماغ پر اس قدر چھا گیا دوسرے قبیلہ کی بات تک سننا کوئی گوارہ نہیں کرتا، اس کی اصل کہاں تک درست ہے، اسمیں کتنی صداقت وحقانیت ہے ــــــ آیئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا جائزہ لیں۔ قرآن وحدیث کے بیان سے اس جہالت سے پردہ اٹھائیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو دعوت دی، تبلیغ کرتے رہے، حیرت کا مقام ہے، ساڑھے نو سو برس، آپ پر طعن و تشنیع کے تیر پھینکے گئے، پھبتیاں کسی گئیں، مذاق اڑایا گیا، لیکن آپ یہ فریضہ انجام دیتے رہے، آپ کی قوم کے کچھ سربراہ حضرات آپ کے پاس آئے، کہنے لگے کہ اے نوح! آپ کے جو ماننے والے حضرات ہیں۔ وہ نیچے درجہ کے لوگ ہیں۔ ارذل..... اور کمینے ہیں آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو ہٹا دیجئے۔ انھیں نکال دیجئے۔ ہم آپ کی بات مان لیں گے۔ اللہ تبارک نے اس کے جواب میں وحی بھیجی فرمایا! اے نوح! جو ایمان لے آیا وہ ان کے

ہوس کے دور میں یہ قزاق رقابت و حسد کی آگ بھڑکا کر اپنا اُلو سیدھا کرنے کی فکر میں لگے ہیں۔ انھیں اس کی فکر نہیں کہ مستقبل میں یہ قوم اس فکر کے نتیجے میں کہاں سے کہاں پہونچ جائیگی کتنے خطرات اسے گھیر لیں گے۔ یہ اس کی رقابت، تفرقہ بازی اس کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے۔ جہاں اس قوم کا اتحاد پارہ پارہ ہوا، ملت کے افراد اس دامِ رقابت کا شکار ہو گئے۔ تو یاد رکھئے وہ دن دور نہیں، ہماری رہی سہی ساکھ بھی ختم ہو جائیگی۔ اقتدار کا تازیانہ جدھر ہمیں لے جائیگا۔ ہم بے چون و... چرا چلے جائیں گے۔ ہمیں ملی تشخص تو دور کی بات ہے اپنا تشخص برقرار رکھنا بھی بڑا مشکل ہو جائیگا ہمارا ترقی کرنا تو درکنار اپنے وجود کے لئے ہم ترسیں گے۔ اقبال مرحوم نے اس کا رونا رویا ہے، فرماتے ہیں ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہے سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی قرآن بھی اللہ بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

چاند کے آگے اپنی پیشانی جھکاتا ہے، کہیں رنگ ونسل پر جھگڑے ہیں، کہیں قبیلہ کی بات پر جنگ وخونریزی کی نوبت، افسوس اس بات پر ہے کہ وہ قوم جس کا نبی ایک، جس کا قرآن ایک، جس کا خدا ایک، جس کا حرم ایک، جس کا قبیلہ ایک، جس کا طریق ایک، جن کا نفع ونقصان ایک، جن کا دین وایمان ایک، شریعت ومذہب کی بنیاد متحد، جن کے رہنے سہنے کے اطوار متفق، جس کی حقیقت وماہیت میں یکسانیت، ایسی قوم، ایسے افراد ایسے دین و ایمان کے ماننے والے حضرات بھی اس رنگ ونسل، اور ذات و پات کے دامِ فریب میں پھنس گئے، ان میں بھی رنگ وخون کے نام پر جھگڑوں کی نوبت آنے لگی، ان کا بھی آپس میں اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ یہ بھی جاہلیت کے اس دور میں پہونچ گئے جہاں سے انھیں نکالا گیا تھا، نفسانیت نے انھیں بھی اس عمیق غار میں دھکیل دیا جہاں سے چودہ سو برس بیشتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال کر ایک اخوت ومساوات کا درس دیا تھا۔

حضرات! آج بھی وہی نقشہ ہے اور ہمارے بہت سے زعمارِ قوم، ہمارے قائدین ان نقشوں میں رنگ وروغن بھر رہے ہیں۔ اپنی منفعت و قیادت کی خاطر پوری قوم کا بلیک میل کر رہے ہیں، سیدھے سادے عوام اور بھولے بھالے انسانوں کے طرزِ زندگی پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، ان کے ایمان وایقان کے گلِ گلزار کو ویرانوں میں تبدیل کر رہے ہیں۔ اس حرص و

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ

قال اللہ تعالیٰ:۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم۔ اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ط

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

حضرات! آج کی اس مجلس میں اپنے دل کی دھڑکن اپنے ضمیر کی آواز اور اپنے قلب کے داعیہ کو پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اپنے جذبات پر قابو پا کر سنجیدگی کے ساتھ کچھ کہنا چاہوں گا مجھے امید ہے کہ آپ حضرات بھی سنجیدگی و متانت کے ساتھ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے میری گزارشات پر غور فرمائیں گے۔ دعا بھی کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے صحیح کہنے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے مری بات

حضرات! آج کل پوری دنیا الگ الگ خطوں میں بٹی ہوئی ہے۔ الگ الگ نسب، زبان، رنگ و نسل ہے۔ کوئی کسی خطے کی پوجا کرتا ہے۔ کوئی کسی دیوی کو پوجتا ہے۔ کوئی کسی بت کی پوجا کرتا ہے۔ کوئی سورج کو مانتا ہے کوئی

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

(اقبالؒ)

لیکن پاس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے باپ کو پتہ ہی نہیں چلا۔ تو حضرات ایسی نماز ہے جس کے بارے میں فرمایا ہے، ہم گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کیا ہماری نماز ایسی ہے۔ ہم دل لگتی نمازیں پڑھتے ہیں رب لگتی نمازیں نہیں پڑھتے۔ آؤ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اللہ تعالےٰ ہمیں ایسی نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے جس پر کامیابی کا وعدہ ہے ——— اور ہم سے بھی فحش و بے حیائی کی باتیں چھوٹ جائیں۔

آمین اللّٰھم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

* **

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

(اقبال)

کو روک دیتی ہے۔ لیکن آج کا انسان کہہ سکتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ پکے نمازی ہیں لیکن ہمیں نہ سکون میسّر ہے نہ ہی ہماری خلش و بے چینی کم ہوتی ہے ہماری برائیوں میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ایک آدمی نماز بھی پڑھتا ہے ظلماً دوسروں کی زمین ہڑپ کر لیتا ہے نماز بھی پڑھتا ہے۔ جھوٹ عیاری، و مکاری میں بھی پیش پیش رہتا ہے۔ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں۔ لیکن قرآن کا فرمان بالکل اپنی جگہ درست ہے سورج کی روشنی سے انکار کیا جا سکتا ہے چاند کی تابانی کے بارے میں شک کیا جا سکتا ہے۔ مشاہدہ کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ لیکن قرآن کی ایک ایک بات ایک ایک حرف میں شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صحیح فرمایا ہے، کہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، لیکن بُرائیوں کا انسداد نہیں ہوتا۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ غلطی کہاں ہے۔ یقیناً ہماری نماز ہی میں غلطی ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں دل بچوں میں رہتا ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں دل تجارت و کاروبار میں لگا رہتا ہے۔ تو وہ نماز ہی کہاں ہوئی ——————— !

ایک مچھر بھی اگر کاٹ لیتا ہے تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ چلانے لگتے ہیں ——————— ایک صحابہ کرام بھی تھے۔ نماز میں تیر لگ گیا پتہ ہی نہیں چلا، ٹانگ کٹوالی پتہ ہی نہیں چلا۔ سانپ بچے کو ڈسنے کے لئے دوڑا۔ دوسرے حضرات مارنے کے لئے دوڑے شور و شغب ہوا

باندھنے اور چھوڑنے کا۔ برابر کھڑے ہونے کا کتنا دلکش و دلآویز منظر ہے۔ اور پھر سب ہی بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اُٹھاتے ہیں، اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ حسین سبق میرے لئے درسِ عبرت بھی تھا اور درسِ مساوات بھی ——— محمد علی کلے کہتا ہے: لوگوں کی تلوّن مزاجی، ناہمواری اور اسی دھرتی پر بسنے والے، اسی آکاش کے نیچے رہنے والے کے درمیان اونچ نیچ، سیاہ و سفید کی جنگ نے میرے دل و دماغ کو مفلوج کر کے رکھدیا تھا۔ نماز کے اس مساویانہ برتاؤ نے میری آنکھیں کھول ڈالی، میری زبان پر اسلام کا ترانہ اور میرے لبوں پر ایمان کا نعرہ گونج اٹھا۔ اور اسی وقت میرے دل نے خوشی کا شادیانہ بجایا اور میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا۔ یہ ایک ہی ایسی مثال نہیں نہ معلوم اس روئے زمین پر کتنے محمد علی کلے ہیں جو اسلامی صفات اور نماز کی ان خوبیوں کو دیکھکر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

دوستو! نماز کا ایک ایک رکن درسِ حیات ہے، کاش ہم اسے سمجھیں، اسلامی عبادات کا تحقیقی نظر سے جائزہ لیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ روحانیت و مادیت کا کیسا حسین سنگم اسلامی احکامات ہیں۔

حضرات! بات نماز کی ہو رہی ہے کہ اسمیں اس قدر خوبیاں ہیں اس کے پڑھنے سے اتنی صفات انسان کے اندر پیدا ہولی ہیں۔ آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نماز فحش بے حیائی اور بُری باتوں سے انسان

اخوت پیدا ہوتا ہے دردِ دل اور دردِ انسانیت کا ـــــــ درس ملتا ہے۔ یہ روحانیت کی معراج، تربیت کی منتہائے کمال ہے۔ نماز اوقات کی پابندی، روح کی صفائی، ذہن کی بالیدگی کی راز ہے، نماز دل کا سکون، قلب کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور نورانیت کا سرچشمہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نماز زندگی کا ایک درس اور حیاتِ اخروی کی کنجی ہے۔ بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو نماز صحیح وقت پر اس کی تمام خوبیوں کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ خدا سے اپنا رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اور ان تمام صفتوں کو اپنے اندر جمع کر لیتے ہیں۔ سامعین کرام! اسی نماز کی ایک ایک صفت اور ایک ایک ادا کو دیکھ کر کتنے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

محمد علی کلے جو مشہور چمپین باکسر ہے یہ پہلے ایک غیر مسلم تھا، اپنے وقت میں باکسنگ کے ذریعہ کتنے منہ کو اس نے بگاڑا ہے۔ کتنے چہروں کے زاویئے اس نے بدل ڈالے لیکن جب اسلام کے اس اہم ستون نماز کا روح پرور منظر اس نے دیکھا تو اس کا بگڑا ہوا دل صحیح ہو گیا۔ اس کے کلیجے کا پتہ پانی ہو گیا ـــــــ اس نے دیکھا کہ اس نماز میں کہیں سیاہ و سپید کا، کالے گورے کا، عربی و عجمی کا، امیر و غریب کا، بادشاہ و فقیر کا حاکم و محکوم کا، آقا و غلام کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ کہیں بھی کوئی فرق نہیں، ایک سب سے بڑے فرماں روا کی صدا بلند ہوتی ہے، سب جھک جاتے ہیں۔ جب مکبر تکبیر بلند کرتا ہے سب ایک ہی آواز کے ساتھ اپنی پیشانی زمین پر رگڑنے لگتے ہیں۔ رکوع میں جانے کا، سجدہ سے اٹھنے کا، یکبارگی ہاتھ

جھکا ڈالتا ہے۔ اس کے علاوہ نہ معلوم کتنے طریقے ہیں لیکن ان تمام طریقوں میں شرک کی آمیزش ہے۔ ان میں خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک و سہیم بنایا جاتا ہے۔ لیکن ایک طریقہ اسلام کا بھی ہے جس میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیجاتی ہے۔ اسکے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جاتا ہے اور اپنی محبوب پیشانی کو بارگہہِ ایزدی کے سپرد کرادیا جاتا ہے۔ ہم اسے اصطلاحِ شریعت میں نماز کہتے ہیں۔ اسی کے بارے میں آیا ہے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن نماز دین کا ستون ہے یہ نماز ایک عملی مشق ہے۔ زندگی وسماج میں اس کے ذریعہ سے ہر طرح کا ڈسپلیز اور نظم قائم کیا جاسکتا ہے۔ نماز سے کیا ملتا ہے؟ نماز کیوں ادا کی جاتی ہے۔؟ اس کا طریقہ اس انداز کا کیوں ہے؟ ان کا جواب بھی آپ کے سامنے دینے کی کوشش کروں گا۔

فرزندانِ اسلام و پیروانِ شریعت چند الفاظ میں سنئے۔

نماز تقربِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔ نماز عشق کی پہلی منزل ہے۔ نماز محبوب کے لئے بہترین ہدیہ ہے، نماز تکبر و گھمنڈ توڑنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔ نماز فروتنی وانکساری اور عاجزی کا اچھا ہتھیار ہے، نماز سرخ روئی کا طریقہ، پژمردہ قلوب کے لئے ایک شفایاب نسخہ ہے، نماز زندگی گذارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے، نماز ایک تنظیم کا درس اور اچھے کردار کا نمایاں مظہر ہے۔ نماز اتفاق و اتحاد انس و محبت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ نماز عدل و انصاف، برابری و مساوات اور رواداری کا سبق سکھاتی ہے۔ اس سے جذبۂ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً اما بعد! قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ معراج المؤمنین (او کما قال)

روزِ محشر کہ جان گداز بود

اوّلیں پرسشش نماز بود

محترم حضرات!! یہ محفل جسمیں تذکرۂ خداوندی ہو رہا ہے، جسے خدا کی رحمتوں نے گھیر رکھا ہے۔ جہاں فرشتے پروانہ وار آرہے ہیں، جو درحقیقت دنیا کی محفلوں سے زیادہ عظیم، کائنات کے جلسۂ و جلوس سے زیادہ اس کی اہمیت ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اس مبارک محفل میں ایسے اہم مضمون کے بعض گوشوں کو اجاگر کردوں۔ جو ایمان کے بعد مذہب و شریعت کا سب سے بنیادی جزاور دین کا سب سے اہم ستون ہے آپ حضرات سی درخواست ہیکہ پوری توجہ سے سنیں اور جو کہا جائے اسپر ہم سب عمل کرنیکی بھی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق نصیب فرمائے۔

حضرات! اس دنیا میں جتنے مذاہب ہیں، جتنی قومیں آباد ہیں، ان مذاہب اور ان قوموں کے عبادت کے طریقے مختلف ہیں۔ ہر ایک کا طریقہ کار الگ الگ ہے۔ ہر ملت کا انداز جُداگانہ ہے اور تمام ملل و اقوام کی تربیت علیحدہ ہے۔ کوئی کسی طریقہ سے پوجا کرتا ہے۔ کوئی کسی طریقہ سے اپنی پیشانی خم کرتا ہے۔ کوئی سورج کو مانتا ہے۔ کوئی دیوی دیوتاؤں کے آگے اپنی جبین عقیدت

نماز
مساوات
کا
حسین درس

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اقبالؒ

کبھی منع بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی آخرت کا ہمیں کبھی فکر لاحق نہیں ہوتا آج ہمارے پورے معاشرہ و سوسائٹی کا یہی حال ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے آمین!

حضرات! ہمارے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہیکہ ہم یہاں اچھے عمل کریں، خدا کے یہاں سُرخ رُو ہو جائیں، فحش اور بری باتوں کا ہم سے خاتمہ ہو جائے، اور یہ باتیں اس وقت ہو سکتی ہیں جب ہم نمازوں کا اہتمام کریں، خدا سے لو لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ یقیناً نماز ہی بُری باتوں اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

آئیے! ہم عہد کریں، انشاء اللہ نمازوں کا اہتمام رکھیں گے پنجوقتہ خدا کے دربار میں اپنی پیشانی جھکایا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور تمام مسلمانوں کو نماز کے اہتمام کی سچی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

***

اللہ کا سو شکر، کہ پروانہ نہیں میں
دریوزہ گرِ آتشِ بیگانہ نہیں میں

*

کتنے غافل اور اپنے فرضِ منصبی سے کس قدر دور ہیں۔ اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ یا یوں فرمایا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز قائم کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خود بخود تو نماز پڑھ لیتا ہے، پنجوقتہ اپنی پیشانی کو جھکا لیتا ہے۔ لیکن دوسروں کو اس کی تلقین نہیں کرتا، اپنے گھر والوں کو، بیوی، بچوں کو، عزیز و اقربا کو، رشتے داروں کو اور ماتحتوں کو نماز کا حکم نہیں کرتا۔ تو دوستو! وہ نماز کا قائم کرنیوالا نہیں ہے، اس کے مرنے کے بعد پھر اقامتِ نماز نہیں ہوگی۔ جہاں بھی قرآن میں اور احادیث رسول میں اس کا حکم دیا گیا وہاں نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ نماز کو قائم کرنے کے لئے کہا ہے۔ اور انہیں کی تعریف قرآن میں فرمائی ہے جو اقامتِ صلوٰۃ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ فرمایا:۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔ اس لئے جہاں ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم نماز پڑھیں وہیں یہ بھی ضروری ہے ہم اپنے بیوی بچوں کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے رشتے داروں کو اور ماتحتوں کو نماز کے قائم کرنے کا حکم دیں، اس بات سے ہم کتنے غافل ہیں۔ اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں۔ آج ہم نماز پڑھتے ہیں۔ ہماری اولاد سینماؤں میں، تھیٹروں میں، ناچ گانوں کی محفلوں میں عشرت کدوں میں خوب دھوم دھڑاکے سے جاتی ہیں۔ ہم جہاں ذکر و اشغال کی مجلس میں بیٹھتے ہیں، ہمارے ماتحت، ہماری مائیں بہنیں چغلی غیبت، اتہام۔ اور بیکار قسم کی باتوں میں مشغول رہتی ہیں لیکن ہم انھیں

جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا۔ جس نے نماز کی پروا نہ کی وہ دین سے بے پرواہ ہو گیا، کفر اور اسلام کے درمیان نماز ہی حدِ فاصل ہے
حضرات! نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بیماری میں بھی نماز معاف نہیں ہے اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو وہ بیٹھے بیٹھے نماز ادا کرے، اگر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھے۔ نماز کسی بھی صورت میں معاف نہیں ہو سکتی۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا اس نے کافروں والا عمل کیا۔ گویا نماز کفر و اسلام کے درمیان میں ایک آڑ ہے۔ اگر کوئی شخص نماز چھوڑتا ہے تو وہ اس آڑ کو ختم کر دیتا ہے۔ نماز ایک نور ہے اس سے دل کو روشنی ملتی ہے، اس سے ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ سکون و اطمینان میسر ہوتا ہے۔ فرمایا تاجدارِ مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ جب بھی گھبراہٹ کا موقع ہوتا یا کوئی مصیبت نازل ہوتی، آندھی و طوفان آتا تو آپ فوراً مسجد کا رُخ کرتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔

محترم سامعین کرام! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سی مقامات پر...... نماز کے قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایک بات اور گوش گذار کر دوں جس سے معلوم ہو گا کہ اس کی اہمیت کس قدر ہے۔ اور تم اس سے

مُسْتَبْشِرَۃٌ وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَۃٌ تَرْھَقُھَا قَتَرَۃٌ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَفَرَۃُ الْفَجَرَۃُ یعنی وہ دن ایسا ہوگا۔ جس دن بھائی بھائی سے جُدا ہوگا۔ بیٹی ماں سے بھاگے گی، باپ بیٹے سے نفرت کرے گا۔ شوہر بیوی سے الگ تھلگ ہوگا۔ بیوی اپنے شوہر سے کوسوں دور بھاگے گی۔ غرض اس دن ہر انسان میں ایک شانِ بے نیازی ہوگی، ہر شخص بے چینی و گھبراہٹ کے عالم میں مبتلا ہوگا۔ حق جلّ مجدہٗ کی جانب سے بھی ارشاد ہوگا کہ آج یہاں نہ تمہاری جائداد کام آئے گی، نہ تمہارے محلات تمہیں بچا سکیں گے نہ تمہارے دوست و احباب کا جمِّ غفیر بچا سکے گا۔ آج تو صرف اور صرف تمہارے اعمال کام آئیں گے، تمہاری دیانت و امانت، تمہاری صداقت و روحانیت آج... تمہیں اس یوم الجزاء سے بچا سکے گی۔ ارشاد ہوگا۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل گر کوئی دفتر میں ہے

دوستو! ان تمام اعمال میں سے بھی سب سے پہلے نماز کا سوال کیا جائیگا، پوچھا جائے گا۔ ہم نے تمہیں تندرستی و صحت عطا کی تھی تم نے اسے نماز کے لیے استعمال کیا یا نہیں؟

روزِ محشر کے جاں گداز بود ⁂ اولین پرسشِ نماز بود

یقیناً نماز ایک اہم ترین عبادت اور دین کا اہم ستون ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نماز دین کا ستون ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ
امابعد! قال اللہ تعالٰی فی القرآن المجید، اعوذ باللہ من الشیطان
الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتل ما اوحی الیک من الکتاب
واقم الصلوٰۃ۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جناب صدر و محترم حاضرین!! آج کی اس محفل میں آپ حضرات کے سامنے کچھ نماز کے متعلق عرض کروں گا، جو عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم عبادت ہے، جو قرب خداوندی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ دعا کریں اللہ تعالٰی مجھے صحیح کہنے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

حضرات! جب قیامت قائم ہوگی، حشر کا میدان ہوگا اور تمام دنیا کے اولین اور آخرین کا اجتماع ہوگا، ہر شخص عجیب کیفیت میں مبتلا ہوگا۔ ہر انسان کی پیشانی عرق آلود ہوگی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ قرآن نے اس کا نقشہ عجیب انداز اور اچھوتے طرز سے کھینچا ہے۔ فرمایا۔

یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل
امرء منھم یومئذ شان یغنیہ وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ

ایک اہم دینی فریضہ

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

(اقبال مرحوم)

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ اور ہم اپنی زندگی میں ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے والے بن جائیں۔ انشاء اللہ! بہت سی برائیوں سے ہم رستگاری حاصل کریں گے ؎

ایک دن دینا ہے تجھکو لمحہ لمحہ کا حساب
زیست کا اپنی ہر اک سود و زیاں تحریر کر
طارق بن ثاقب

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن،

قطعہ

وہ قوم ہی قائد ہے اور فاتح ہے جہاں میں
جس قوم کے اخلاق کی چلتی رہے تلوار
اُس قوم کی دُنیا میں نہیں کچھ بھی حقیقت
جس قوم کے کردار کا گھٹ جاتا ہے معیار
— طارق بن ثاقب —

فرمایا الدُّنیا مَزرعۃُ الاٰخِرَۃ کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اگر اس دنیا کی کوئی حقیقت ہوتی۔ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کی قیمت ہوتی۔ اسمیں خیر ہوتی تو دنیا و آخرت کے تاجدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے رو گردانی نہ کرتے۔ اس سے اتنی بے اعتنائی نہ برتتے۔ آج ہم دیکھتے ہیں جب موت کی پُرزور آندھی بڑے بڑے طوفانی بگولوں، قدآور شخصیتوں، مالداروں، وزیروں، خوبصورت محلات رکھنے والے انسانوں سے ٹکراتی ہے، تو اس کی یہ ساری بہترین عمارت، چاندی جیسے دانت، خوبصورت جسم، کڑیل جوانی سب خاک میں ملجاتے ہیں۔ پھر اپنی ساری زندگی کا حساب دینا ہوتا ہے۔ ایک ایک پل کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔

حضرات! پھر کیوں نہ ہم بیدار ہو جائیں۔ اپنے اعمال کا ہم کیوں محاسبہ نہ کریں۔ دن بھر میں ہم نے جو کیا ہے، اس پر غور کیوں نہ کریں۔ ظلم و ستم سے کیوں باز نہ آئیں، چوری، غیبت، اتہام، فرائض واجبات کا ترک کرنا ہم کیوں نہ چھوڑیں۔ خدا کی طاقت ہی سب سے بڑی طاقت کیوں نہ تصور کریں۔ آج سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ آدمی اپنا محاسبہ کرے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے۔ رات کو سوتے وقت اپنے دماغ پر زور ڈالے کہ آج مجھ سے کسی کی دل آزاری تو نہیں ہوئی ہے۔ اپنے نفس کا کڑا محاسبہ کرے، یہ آیت یاد رکھے:

اسی کو قرآن نے بیان فرمایا ہے:۔

مَالِ ھٰذَا الْکِتَابِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّا اَحْصٰھَا۔
ایک جگہ میں یہ ارشاد فرمایا گیا:۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔

دوستو! آپ اندازہ لگائیے، آج ہمارے اندر کتنی برائیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ کس قدر خرابیاں آگئی ہیں۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں ہم سے برائیاں سرزد نہ ہوتی ہوں۔ ہم خدا کے سامنے جھکنے کے بجائے بندوں کے آگے جھکنے لگے ہیں۔ ہم خدا کی طاقت و قدرت پر بھروسہ کرنے کے بجائے طاغوتی اور شیطانی طاقتوں پر بھروسہ کرنے لگے ہیں ـــــــ اور بے محابا برائیوں پر برائیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ نہ آخرت کا خوف ہے نہ حساب و کتاب کی فکر، حشر کی رسوائی کا ڈر ہے۔ نہ قیامت کے ہولناک مناظر کی پروا... اور نہ ہی اللہ کے سامنے کھڑے ہونے پر غور۔ اسی دنیا پر بری طرح پڑے ہیں جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ۔ کہ یہ دنیا مردار ہے اور بری طرح اس کے پیچھے پڑنے والے اپنی خواہشات کو تج کرنے والے۔ اسی کو حقیقی عیش اور ابدی زندگی تصور کرنے والے کتے ہیں۔ اسی کے بارے میں

گچھ ہوگی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس وہ کھجور کا خوشہ رکھا ہوا تھا۔ جس میں ناکارہ کھجوریں تھیں۔ عمر فاروق رضہ نے اس خوشہ کو زمین پر مارا جس کی وجہ سے وہ تمام بیکار کھجوریں بکھر پڑیں۔ پھر عرض کیا۔ کیا اللہ کے رسول ان بیکار کھجوروں کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ان کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔

حضرات! سوچنے کا مقام ہے غور و فکر کی ضرورت ہے کہ ادنیٰ سی ادنیٰ چیز کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا۔ اور قیامت کے دن ہر نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، جو تلذذ اور مزے دار کھانا کھایا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ قسم قسم کے مشروبات جو انسان کو فرحت بخشتے ہیں ان کا بھی حساب ہوگا اور اس وقت ظلم بھی نہ کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ فرمائیں گے ہم آج کسی پر ظلم نہیں کریں گے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ کہ آج کئے کا بدلہ ملے گا، جیسا کسی نے بویا ہوگا ویسا ہی کاٹے گا۔ اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ وہاں اسے دیکھ لے گا۔ اگر کسی نے دانے کے برابر بھی اچھا عمل کیا ہوگا اس کے سامنے آجائے گا..... اس کا اعمال نامہ کھلی کتاب ہوگی، بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر چیز اسمیں لکھی ہوئی ہوگی۔ انسان یہ کہے گا کہ میرے اعمال نامے کو کیا ہوگیا، اس میں تو کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو لکھی نہ گئی ہو۔

فرطِ مسرت سے کھل اٹھا۔ فرحت وانبساط کی کیفیت طاری ہوگئی ـــــ اور کیوں نہ ہو ـــــ آخر درد مندوں کے درماں خلاصۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار جو ہو رہا تھا۔ اپنے آستانہ میں دین و دنیا کی بھلائی کا مظہر ہو رہا تھا ـــــ خوشی و مسرت کے جذبات سے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا اَحَدٌ اَلْیَوْمَ اَکْرَمَ اَضْیَافًا مِنِّی ساری تعریفیں خدائے بزرگ تر کے لائق ہیں۔ آج اس رُوئے زمین پر مجھ جیسا خوش نصیب میزبان کوئی نہیں ہے۔ آج رُوئے زمین پر معزز ترین مہمانان میں جو معزز تر ہو سکتے ہیں..... میرے غریب کدہ پر تشریف فرما ہیں۔ یہ حقیقت بھی تھی۔ بھلا اللہ کے رسولؐ اور آپؐ کے رفیقوں سے بڑھ کر کون معزز و معظم ہو سکتا ہے۔ پھر ان انصاری صحابی نے کچھ کھجور کے خوشے پیش کئے جس میں کچی پکی ہر قسم کی کھجوریں تھیں۔ اور ایک بکری ذبح کر کے وہ آپؐ کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں نے تناول فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لَتُسْئَلُنَّ عَنِ النَّعِیْمِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ اس ذاتِ بابرکت کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ تم بھوک کی اضطرابی کی وجہ سے نکلے اور اللہ نے سیراب فرما کر تمھیں واپس کیا

دوسری روایت میں اس میں کچھ اور اضافہ کیا گیا ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم سے ان آسائشوں کے بارے میں پوچھ

راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے وقت گھر سے نکلے رات کے وقت یا دن کے وقت، جب آپؐ باہر نکلے اسی وقت ابوبکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی اپنے گھروں سے نکلے، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا۔ تم دونوں آج بے وقت گھر سے کیسے نکل آئے ہو، کس چیز نے تمھیں مجبور کیا ہے۔ بیک زبان ہو کر سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم بھوک کی وجہ سے مضطرب و پریشان ہیں۔ اسی بھوک کی بے تابی نے ہمیں گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی اس وقت گھر سے نکلنے پر اسی بھوک کی اضطرابی و پریشانی نے مجبور کیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اچھا چلو میرے ساتھ۔ آپ دونوں کو اپنے ساتھ لے کر ایک انصاری کے یہاں تشریف لے گئے۔ اتفاق ایسا کہ وہ انصاری صحابی بھی گھر پر تشریف فرما نہ تھے۔ ان کی اہلیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپ کے خاوند کہاں تشریف لے گئے۔ اہلیہ نے جواب دیا کہ وہ پانی لینے کے لئے گئے ہوئے ہیں اسی اثنا میں وہ صحابی تشریف لے آئے۔ ان عظیم ترین مہمانوں کو دیکھ کر ان کا چہرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط اَلطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ ط اَمَّا بَعْدُ!
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ ط فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ط۔

آج بدلا ہوا میخانہ کا میخانہ ہے | آج نہ مسجد ہے نہ مے ہے نہ میخانہ ہے
جس طرف دیکھیے ویرانہ ہی ویرانہ ہے | یک بیک بدلی زمانے نے یہ کروٹ کیسی

محترم حضرات سامعین کرام! میں نے ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے یہ آیت سورہ زلزال کی ہے اس کے بارے میں کہ اس سورۃ کو پڑھ کر آدمی کا کلیجہ دہل جاتا ہے خوف و ہراس اور سراسیمگی انسان پر طاری ہو جاتی ہے۔ اس سورۃ میں قیامت کے بھیانک منظر کا تذکرہ کیا ہے جب زمین میں بھونچال آجائے گا، زمین اپنے اندر کے پوشیدہ دفینوں کو باہر نکال پھینکے گی۔ اس وقت انسان بڑی پریشانی و حواس باختگی کے عالم میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے گا۔ اضطراب و بیکلی کا عالم ہوگا، نفسی نفسی کی کیفیت ہوگی۔

اس آیت کریمہ میں اس وقت کے بعد کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ قرآن نے صاف اعلان کیا ہے کھلے لفظوں میں پکار کر کہا ہے، کہ دنیا کے

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل، گر کوئی دفتر میں ہے

کے اندر اس قسم کی ساری صفات موجود ہیں۔ یہ راکھ کے ڈھیر میں دبی ہوئی چنگاری ہے، جب بھی اسے ہوا ملے گی یہ شعلہ جوالہ بن کر پورے نیستاں کو خاکستر کر دے گا۔ اقبال مرحوم نے کہا تھا۔ اور پوری ترجمانی کی تھی ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ ؛ جاوداں پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے ؛ سِرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

حضرات! آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر ایسا انسان اور ایسا مسلمان تلاش کریں جس میں زندگی کو زندگی بنانے کی صلاحیت ہو.... انسانیت کی صحیح تعمیر کی صلاحیت ہو۔ دنیا کے جھمیلوں سے ٹکرانیکی صلاحیت ہو۔ طوفان اور سمندروں میں کود پڑنیکا حوصلہ ہو، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ آپکے اخلاق وعادات، معاشرت ومعیشت، سیادت وقیادت کی صحیح اور سچی تصویر پیش کرتا ہو، اور اسے اپنی تقدیر خود بنانے کی فکر ہو ؎

اوروں کے بنانے سے تقدیر نہیں بنتی ؛ ہم جہد مسلسل سے تقدیر سنواریں گے

جب ہم ایسے مسلمان کی تلاش میں کامیاب ہو جائیں گے تو زندگی میں ہمیں جینے کا سلیقہ آجائیگا ہم تو اپنی تعبیر بن سکیں گے اور ببانگِ دہل اعلان کرسکیں گے ؎

نام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ حوصلہ اور جرأت عطا کرے کہ ہم زندگی کے تابع نہ ہوں بلکہ زندگی ہمارے تابع ہو اور ہم اسلامی اصول کے مطابق خود کو ڈھال سکیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

حضرات! آج مسلمان ایک دوراہے پر کھڑا ہے، نشیب و فراز سے گذر رہا ہے، ماحول کی رنگارنگی میں کھویا ہوا ہے، مٹی کا ایک انبار و تودہ بنا ہوا ہے۔ دنیا اسے استعمال کر رہی ہے۔ اسے ہر طرح پامال کرنیکی کوشش کی جارہی ہے، اس کی بے حسی و ہوسناکی سے فائدہ اٹھارہی ہے تو ہیں اسے لقمۂ تر سمجھ کر اسے نگلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے ہر طرح پامال کرنے کی بے فائدہ کوشش کیجارہی ہے۔ اور یہ مسلمان دوراہے پر کھڑا تماشائی بنا ہوا ہے، سود و زیاں کے اندیشے سے بے خبر اپنی کشتی حیات کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اس کی زندگی جمود و تعطل کی شکار ہے۔ اس کی باگ بالکل ڈھیلی ہے، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کھڑا ہے۔ لیکن دوستو! صحیح مسلمان وہ ہے جو تمام باطل خطرات کا سامنا کر کے زندگی کو زندگی بنائے رکھنے کے لئے ہر دم کوشاں رہے کیوں کہ زندگی ایک پیہم روانی کا نام ہے۔ مسلمان وہی ہے جو اس زندگی سے لڑنے کا سلیقہ سیکھے، موجوں سے ٹکرانے اور پہاڑوں طوفانوں سے آنکھیں ملانیکی اسمیں ہمت پیدا ہو جائیگی زندگی کی.... صحیح قدریں تلاش کرلے، اسے مرنے کا سلیقہ اور جینے کا قرینہ آجائے۔ اسے اپنی تعمیر سماج و معاشرے کی تعمیر کے لئے قربانیاں پیش کرنی چاہیئے۔ اسلاف کے کارناموں کو پڑھ کر اس میں حمیت، جوش، غیرت اور بے باکی کا اندازہ کرنا چاہیئے، تب وہ مسلمان زندہ قوموں میں شمار ہو سکتا ہے مسلمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ:۔ وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین ط۔

خام ہے جبتک ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو

جناب صدر، سامعین کرام!! جب انسان اس دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو اسے مختلف قوموں، مختلف تہذیبوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کی زندگی ابتلاء و آزمائش سے دوچار ہونے لگتی ہے۔ فتنے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں موجودہ دور کی ہوسناکی اسے ہڑپ کرنے کی خاطر اپنا منہ پھیلا دیتی ہے۔ اگر انسان ان چیزوں کے آگے بے بس ہو جائے عصر حاضر کی رنگ رلیوں میں کھو جائے، دنیا کی دلفریبی اور چمک دمک اس کے خیالات کا شیرازہ بکھیر دے، وہ خود اپنے کو دنیا میں تمدن کا تابعدار بنالے، اس سے انسان کو دنیا میں نقصان پہونچے گا اور آخرت میں بھی فبشرھم بعذاب الیم ط۔ دردناک عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ قیامت کے خوفناک مناظر جب اس کے سامنے آئیں گے تو تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں ایک مرتبہ بھیج دیا جاؤں وہاں کے تہذیب و تمدن سے متاثر نہیں ہوں گا، وقت کی رعنائیاں اور ذلیل ہونے میری قوت عمل میں رخنہ انداز نہیں ہوں گے۔ خدا کی یاد میں زندگی گذاروں گا۔ لمحہ بھر

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

حضرات! یہ حقیقت ہے ان کے نزدیک آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، کان غلط سن سکتے ہیں، حواس خطا کرسکتے ہیں۔ لیکن ان کا یقین اتنا محکم اور اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ خدا کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا۔ ان کا یقین مشاہدات کی سرحدوں کو پار کر جاتا ہے .... اسی یقین کو لیکر جب امّت مسلمہ اور صحابۂ کرام آگے بڑھے ہیں تو حالات نے ان کے آگے سپر ڈالدی ہے؟ دنیا ان کی ٹھوکروں میں سمٹ آئی ہے، پہاڑ دن کی سنگینی کے دل چھوٹ گئے ہیں۔ طوفان ان کے آگے دب گئے ہیں سمندروں نے انھیں راستے دیئے ہیں، پرندے انکے تابع ہوگئے۔ درندوں نے ان کی غلامی کی دریا انکے حکم سے رواں ہوگئے۔ وہ ظاہری حالات سے آگے بڑھ گئے اور اسی خدا پر یقین کی بدولت وہ خدا اور بندگان خدا کے یہاں معزز و محترم بن گئے۔ عزّت و عظمت کے مالک بن گئے۔ جہانبانی و ملک گیری کے فرائض انجام دینے لگے۔ وہ شتربان عنانِ حکومت سنبھالے نظر آنے لگے۔

حضرات! آج ضرورت اسی بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر یقین کی دولت پیدا کریں۔ ایمان کی حلاوت اور ایقان کی چاشنی سے ہمارے قلوب لذت یاب ہوں عمل پیہم کو اپنی زندگانی کا لازمی جزو بنالیں۔ تو اس کے ذریعہ ہم پوری کائنات کو مسخر کرسکتے ہیں۔ اپنا منصب و ٹھکانا بناسکتے ہیں اور غلامی کی زندگی سے نجات پاسکتے ہیں۔

دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں یقینِ محکم، عملِ پیہم اور محبت فاتحِ عالم سے نوازدے۔ آمین یارب العلمین!!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کے لئے پروانہ وار اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل اور غالب کر کے رہے گا اور تم دیکھو گے کہ صنعاء سے حضرموت تک ایک بڑھیا اپنا سامان لیکر جائے گی۔ راستہ میں اس سے تعارض کرنیوالا کوئی نہیں رہے گا۔ لیکن تم جلدی بہت کرتے ہو۔

حضرات! اندازہ لگائیے، غور کا مقام ہے، آپ کس یقین کے ساتھ کہہ رہے تھے۔ اور کن حالات میں پیشینگوئی کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہے صبح ہوتی ہے شام کا بھروسہ نہیں۔ شام ہوتی ہے تو صبح کا یقین نہیں۔ دشمن چاروں طرف سے یلغاریں کر رہے ہیں، کفار مکہ نے چین سے سانس لینا مشکل کر رکھا ہے، مصیبت و کٹھنائی کی زندگی آپ گذار رہے ہیں لیکن پھر بھی یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو غالب کر کے رہے گا۔ اور ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

دوستو! دوسری مثال اس سے کچھ کم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما رہے ہیں، مکہ سے یثرب کی جانب روانہ ہیں، آپ کو مکہ والوں نے ہجرت پر مجبور کر دیا ہے۔ دارالندوہ میں آپ کے قتل کا مشورہ بھی ہو رہا ہے اور جو آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دے گا اسے سو سرخ اونٹ کے انعام کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ آپ مکہ کی سرزمین کو خیرآباد کہہ کر غار ثور میں پناہ لینے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ اسی اثناء میں سراقہ بن جعشم کفار مکہ کی طرف سے تعاقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ
اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ
الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

عزیزان ملت!! فرزندان توحید اور نوجوانان اسلام!! میں اس مبارک مجلس میں مختصراً ایک اہم چیز پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا مجھے امید ہے آپ حضرات بغور سماعت فرمائیں گے اور میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

حضرات! آج دنیا میں سبھی چیزیں موجود ہیں، سامان راحت کی کوئی کمی نہیں، افزائش کے تمام طریقے ہیں، دنیوی چمک دمک، اس کی دلفریبیاں

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

پاک کی آواز آنی چاہیئے تھی۔ آج ریڈیو، وی سی آر، ٹی وی کی آوازیں آتی ہیں۔ اگر ہم اس وقت کھڑے نہ ہوئے، اپنی ذمہ داری محسوس نہ کی، اپنی اپنے ماتحتوں کی اور پوری امت کی فکر نہ کی تو دوستو! ہم کیسے کالی کملی والے کو مُنہ دکھا سکیں گے۔ اس لئے آج وقت ہے، ضرورت ہے کہ ہم اُمت کا درد لیکر اور پوری قوم کی فکر لے کر اٹھ کھڑے ہوں، پوری ہمت و طاقت کے ساتھ دعوتی میدان کو اپنائیں اور وقت و حالات کے مطابق داعیانہ صفات پیدا کریں۔ برائی کو اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے، اگر زبان سے کہنے کی طاقت ہو تو زبان سے کہدے۔ ورنہ اسے دل میں بُرا محسوس کرے۔ اور دعا بھی کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دھر میں اسمِ محمد سے اُجالا کردے
(اقبالؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

٭٭٭

کی خاطر دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے گالیاں کھائیں، ظلم وستم سہے، اونٹ کی اوجھ آپ کی پیٹھ پر رکھی گئی، اوپر سے آپ کے جسم اطہر پر کوڑا پھینکا گیا، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، طائف کے میدان میں تاک تاک کر ٹخنوں پر پتھر مارے گئے، اُحد کے میدان میں دانت شہید کئے گئے، چہرہ اقدس میں خود کی کڑیاں گھس گئیں، خندق میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے فاقے کئے، صحابۂ کرام نے ایثار وقربانی کا عجیب مظاہرہ کیا، اور ہمارے اسلاف، علماء وصلحاء نے اس دعوت کی خاطر رات کی نیند اور دن کا چین حرام کردیا۔ اور انھوں نے تحریکوں کے ذریعہ، لٹریچر کے ذریعہ، دل کی تڑپ اور نوکِ قلم کے ذریعہ اس دعوت کو ہمیشہ زندہ رکھا۔

دوستو! آج وہ دین اجڑ رہا ہے، اس کا جنازہ نکل رہا ہے۔ گمراہی عام ہے۔ طغیانی وسرکشی کا دور دورہ ہے، خالق ومخلوق، آقا و غلام اور حاکم ومحکوم کے درمیان رشتہ کمزور ہوتا جارہا ہے۔ ایمان پر ڈاکہ زنی ہورہی ہے۔ قسم قسم کے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ فرائض پامال ہورہے ہیں۔ واجبات وسنتوں کی توہین ہورہی ہے۔ ہمارے گھر میں دین کے دشمنوں کی بے محابا یلغار ہورہی ہے۔ ہمارے بیٹے، ہمارے ماں باپ ہمارے قریبی رشتہ دار، ہمارے پڑوسی، ہمارے بھائی بہن خود ہمارے گھر میں دین کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ہمارے اس گھر میں جس میں صبح قرآن

و بددل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں انبیاء علیہم السلام کی تاریخ یہ تعلیم نہیں دیتی۔

نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ السلام نے جب علی الاعلان اسلام کی دعوت دی اور اپنی ساری ہمت و عزیمت کو سمیٹ کر صفا کی چوٹیوں سے عرب کے خاص اسلوب کے مطابق پکارا۔ اے بنو عبدالمطلب! اے بنو عبد مناف اے بنو زہرا، اے بنو تیم، اے بنو مخزوم، اے بنو اسد، میں کہتا ہوں کہ خدا پر ایمان لے آؤ قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوا۔ ورنہ تمھارے لئے سخت تباہی و بربادی ہے۔ اپنی دعوت سرِ عام پیش کر دی۔ لیکن جل بھن کر آپؐ کے چچا ابو لہب ہی نے کہا تبًّا لک الھذا اجمعتنا غارت ہو جاؤ کیا اسی لئے ہمیں اکٹھا کیا گیا تھا (نعوذ باللہ من ذالک) اندازہ کیجئے۔ کیسے تیر چلے ہوں گے اس دُرِّ یتیم، عبداللہ کے لختِ جگر، اور آمنہ کے جگر پارے پر، اور کیسا صدمہ ہوا ہو گا اس کالی کملی والے کے دل پر، لیکن آپ مایوس و بددل نہیں ہوئے ——— دعوت عام کا دوسرا قدم اٹھایا۔ عبدالمطلب کے تمام خاندان کو جمع کر کے کھانے پر بلوایا اور مختصر تقریر میں اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ یہ پیغام دین و دنیا دونوں کا کفیل و ضامن ہے۔ اس پر سکوت چھا گیا۔ صرف ایک تیرہ سالہ بچے نے جو آشوبِ چشم کے مرض میں مبتلا تھا کہا کہ میں آپؐ کا ساتھ دوں گا، اس پر مجلس میں زبردست قہقہہ پڑا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس تحریک کے لئے ایک بچہ جو خود مریض ہے آنکھوں سے

تو خود بھی دعوت کا پیغام لیکر چاند پر پہنچ جائیں۔ اپنے دعاۃ و مبلغین کو تمام فتنوں سے باخبر کر کے ان فتنہ سامانیوں کا اسی طرح سدِ باب کریں۔ اور انھیں ایمان و اخلاق کی صفات سے آشنا کریں۔ اگر آج اس دعوت کو لیکر ہم کھڑے نہ ہوئے تو ڈر ہے کہ کل قیامت کے میدان میں ہمارا محاسبہ نہ ہو جائے اور ہمیں وہاں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

سامعینِ کرام! یہ ایک حقیقت ہے۔ جب کوئی شخص یہ دعوت لے کر کھڑا ہوتا ہے تو اس کی راہ میں طرح طرح کی دشواری آتی ہے، ہر قسم کے طعن و تشنیع اسے سننے پڑتے ہیں، ہر طرح کے لوگوں سے اسے واسطہ پڑتا ہے لیکن اس راہ میں صبر اور ثبات قدمی اولین شرط ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کو کتنا ستایا گیا، کس طرح گالیوں سے نوازا، کس طرح ان کے زخموں پر نمک پاشی کی، کس طرح ان کے رستے ناسور کو کُریدا۔ پوری تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ آپ حضرات بخوبی واقف ہیں۔

نوح علیہ السّلام نے ساڑھے نو سو برس اُمت کو دعوت دی، لوگوں نے اور آپ کی اُمت نے آپ کو کیا کیا نہ کہا۔ دوستو! حیرت ہوتی ہے ایک دن نہیں، ہفتہ دو ہفتہ، برس دو برس نہیں۔ سو دو سو سال نہیں بلکہ پورے ساڑھے نو برس تبلیغ کرتے رہے آج ہم ایک آدمی کو دو چار مرتبہ تبلیغ و تذکیر کر کے زچ ہو جاتے ہیں۔ پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے مایوس

میدان میں آئیں اور قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ان طاغوتی قوتوں کو روشناس کرائیں اور انھیں بتلائیں کہ یہ دنیوی چمک، یہ مادیت کا جادو، یہ مال و دولت کی حرص، یہ مقام ومنصب، یہ قیادت وسیادت، یہ آسمانی تخیلات یہ بلند بانگ نعرے ان سب کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک دن جب موت کی پُرزور آندھی تمھارے اس گوشت پوست والے جسم سے ٹکرائے گی تو تمھارے یہ سب سپنے بکھر جائیں گے۔ تمھاری سب آرزوئیں دل کی دل میں رہ جائیں گی اور تمھیں منوں مٹی کے نیچے جانا پڑے گا۔ وہاں سے تمھاری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ وہاں تم سے اس دنیوی زندگی کے بارے میں سوال ہوگا

دوستو! قرآنِ پاک میں بے شمار آیات ہیں جن میں اس دعوت کی ترغیب وفضیلت آئی ہے۔ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس نازک موضوع پر کلام کیا گیا۔ انبیاء علیہم السّلام کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کا شاہد ہے آپکو یہی پیغامِ دعوت دیکر مبعوث فرمایا گیا۔ اس امت کو بھی اُمتِ دعوت اور خیر اُمت کے لقب سے نوازا ہے۔ اور خاص طور پر علماءِ اُمت اس کے براہِ راست مخاطب ہیں ان کی دوہری ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اندر داعیانہ صفات پیدا کر کے دنیا کو اس بحران سے بچائیں جو اُن کے سر سے گذر رہا ہے اور خود کو نت نئے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار کریں۔ اور جس قسم کے حالات ہوں۔ اسی قسم کی تیاری کریں۔ اگر انسان ترقی کرتے کرتے چاند پر پہنچ گیا ہے

مگن ہو کر وہ خالقِ حقیقی کو بھول بیٹھا ہے۔ اس مادیت کے طوفان نے اس سے فکرِ آخرت کا تصور ہی ختم کر دیا ہے جس کی وجہ سے اس انسان سے انسانیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اور وہ خود کو ترقی یافتہ سمجھ کر ایمان و اخلاق کی زندگی سے محروم ہی نہیں بلکہ اسے پامال کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اس انسانیت کا جنازہ نکالنے کی تگ و دو کر رہا ہے، وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنے والا اپنی زندگی کے نفع و نقصان سے بے بہرہ ہے' وہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے والا اپنے صحیح افکار و اقدار کی ترجمانی سے ناواقف ہے۔ ایسے ہی انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے غمگسارِ ملت اور اس تہذیبِ جدید پر نظر رکھنے والے علامہ اقبالؒ مرحوم نے کہا تھا۔ ؎

ڈھونڈنے والے ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آجتک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

محترم حضرات! آج کے اس مشینری دور اور نازک حالات میں جبکہ ہر طرف مادیت کا جادو اپنی کرشمہ سازی کر رہا ہے، چڑھتے سورج کی پوجا ہو رہی ہے، ہر شخص سائنسی ایجادات کا متوالا دکھائی دیتا ہے، اخلاق روحانیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اس دور میں دعوت و ارشاد کی اہمیت بھی اسی قدر بڑھ چکی ہے۔ آج ہم بھی اسی قوت و طاقت کے ساتھ دعوت کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ کُنتُم خیرَ اُمّۃٍ اُخرِجَت

لِلنّاسِ تأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وتنھَونَ عَنِ المُنکَر۔

حاضرین کرام، و بزرگان محترم، آج اس مبارک محفل میں آپ حضرات کے سامنے دعوت و تبلیغ کے متعلق چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ اس کی کچھ اہمیت ہماری سمجھ میں آئے گی اور ہم اس پر عمل کی کوشش کریں گے۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

حضرات! آج اس ترقی یافتہ دور میں جب کہ انسان ترقی ـــــ کرتے کرتے چاند پر پہنچ چکا ہے، ستاروں کی گذرگاہوں کی تلاش میں مصروف ہے طرح طرح کی ایجادات کر رہا ہے، نئے نئے اکتشافات اسے حاصل ہو رہے ہیں۔ سورج کی شعاعوں اور ہوا کی لہروں کو اس نے قابو میں کرلیا ہے۔ اور اس کا فکر گستاخ فطرت کی طاقتوں کو عریاں کرنے میں ہمہ تن کاوش بنا ہوا ہے۔ اس مشینری و سائنٹفک دور نے اس کے ہوش و حواس کو مختل اور اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ماؤف کر دیا ہے۔ اس تہذیب و تمدن کی دل فریبیوں میں

دعوت وارشاد

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہدے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہدے

(علامہ اقبالؒ)

نئی بیداری اور جداگانہ اسلامی طرز کی روح کے ساتھ میدان میں آئے، مایوسی و ناامیدی کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھے۔ حضرات! حقیقت بھی یہی ہے کہ جب جوانوں میں عقابی روح بیدار ہوتی ہے اور چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس ہوتا ہے تو وہ اپنا نشیمن تلاش کرتا ہے، ہر چیز سے نبرد آزما ہونا اور اسے خدا کے آگے لا کر ڈالنا اپنا فریضہ ہوتا ہے ـــــ پھر اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ عشرت کدوں اور آرام گاہوں میں اپنا مسکن تلاش نہیں کرتا، بلکہ وہ خم دار اور زلف در زلف زندگی کے ساتھ پنجہ آزما ہوتا ہے اور وہ اپنی بیداری سے ایک نیا انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔

کاش آج کا نوجوان اٹھے، میدانِ عمل میں آئے اور نئے عزم و ولولے لیکر اس کارگہِ حیات کا مقابلہ کرے۔ جس کے ذہن میں یہ تصور بھی ہو ؎

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

اور پھر یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

***

تھیں، جن میں مریم کی سی عفت، سلیمان جیسی دانائی اور ایوب جیسا صبر تھا۔
جو صرف ــــ اور صرف خدا کے سامنے جھک سکتا تھا ــ لیکن دوستو!
آہ ــــ آج وہ نوجوان جو بے باکی و شجاعت، عفت و عصمت اور
عزم و حوصلہ سے عبارت تھا۔ زندگی کے میدان میں وہ سب سے پیچھے
ہے، اس کے حصے میں طاؤس و رباب، عیش و سرمستی اور آرام و راحت
ہے۔ ان کی زندگی ان کے سیرت و کردار اور ان کے ذہن و دماغ میں
کوئی انقلابی تصویر ابھر کر نہیں آتی ہے۔ جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ
نوجوان انقلاب کا پیش خیمہ ہوتے ہیں مستقبل کی تعمیر میں ان کے
افکار و عزائم کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ ان کی تعمیر قوم و ملت کی تعمیر اور ان کی
تخریب قوم و ملت کی تخریب ہوتی ہے۔ اگر یہ ٹھوس عزائم، سرفروشانہ
جذبہ، اور بامقصد زندگی کے لئے کھڑا ہو جائے تو دنیا میں ایک مرتبہ پھر
امن و آشتی اور مساوات و رواداری کا درس دہرایا جا سکتا ہے۔ اس
روئے زمین اور تاریخ کے اسٹیج پر طارق بن زیاد، محمد بن قاسم ثقفی، محمد فاتح
رحمہم اللہ کے کارناموں میں رنگ و روغن بھرا جا سکتا ہے۔ ان کی یاد آج کے
نوجوان تازہ کرا سکتے ہیں۔ اسپین، ہندوستان، قسطنطنیہ، الفت و
محبت اور بامقصد زندگی گذارنے کا گہوارہ دوبارہ بن سکتے ہیں ــ اسکے
لئے ضرورت ہے کہ آج کا نوجوان ان کی تاریخ پڑھ کر، سرفروشانہ عزم لیکر

کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی
عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

حضرات! یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آج حالات اتنے پُرخطر ہیں کہ کبھی تاریخ میں اس قسم کے حالات سننے میں نہیں آئے۔ یہ مغربی تہذیب، یہ تمدن کی دلفریبیاں، یہ خود غرضی و خود فراموشی، یہ رقابت و ہوسناکی، یہ فطرت کی طاقتوں کو عریاں کرنے والا فکر گستاخ، یہ ترقیات کے پردے میں تنزل و انحطاط اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آیا، اور پھر یہ قوم و ملت اپنا بہترین اثاثہ اور اپنی سیادت و قیادت کے پاکیزہ اصول رکھنے کے باوجود دوسروں کی دست نگر بنی ہوئی ہے اور اس امت کے افراد اپنی تہذیب اپنے کلچر و ثقافت سے آشنا ہی نہیں۔ اور.... دوستو! خاص طور پر امتِ مسلمہ کا وہ نوجوان جو ستاروں پر کمندیں ڈالا کرتا تھا۔ جو پہاڑوں کو زیر کر لیا کرتا تھا۔ جس کے آگے بڑی بڑی طاقتوں کی جبین خم ہو جایا کرتی تھیں۔ جو دریاؤں، سمندروں میں اپنا راستہ تلاش کر لیتا تھا۔ جن کے عزم سفر سے چٹانیں چور ہو جایا کرتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ فِی القُراٰنِ الکریم۔ اِنَّھُم فِتیَۃٌ اٰمَنُوا بِرَبِّھِم وَزِدنٰھُم ھُدًی وَّ رَبَطنَا عَلیٰ قُلُوبِھِم اِذ قَامُوا۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

جنابِ صدر! سامعینِ کرام! حاضرینِ جلسہ! آج کی اس مبارک محفل اور بابرکت مجلس میں چاہتا ہوں کہ کچھ اپنے نوجوان ساتھیوں کے خون کو گرماؤں، ان کے جوش و ولولے کو مہمیز لگاؤں، اور انھیں اس وقت کے پرُخطر حالات سے آگاہ کرکے اپنا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کروں جن کے بارے میں اقبال مرحوم نے ایک حقیقت اور اپنے درد و کرب کا اظہار اس پیغام کے ساتھ کیا تھا۔ فرمایا ؎

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدری تجھ میں، نہ استغنائے سلمانی
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں

عقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں

(اقبال مرحوم)

قرآن کا یہ چیلنج صرف اہلِ عرب کیلئے نہیں تھا بلکہ قیامت تک آنیوالے تمام افراد سے متعلق ہے یہ چیلنج آج بھی اہلِ دانش کو للکار رہا ہے۔ آج بھی جو قرآن کیخلاف اپنی ناپاک زبان استعمال کرتے ہیں وہ اس چیلنج کو قبول کریں، میدان میں آئیں۔ ان کے لیے راستہ صاف ہے۔

سامعین کرام! دراصل قرآنِ پاک اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کا کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ آپ ہی کی زبانی کہلوایا۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِ نَفْسِي۔

اسی معجز نمائی نے صرف تیئیس۲۳ سال میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اور انہیں تندخو، گنوار، بدوؤں کو حلم و اخلاق کا پیکر بنا دیا تھا ——— آج بھی اس میں یہی تاثیر ہے اسکے پڑھنے سے دل و دماغ روشن اور ضمیر بیدار ہوتا ہے۔

آئیے! ہم اس معطر خزینہ سے اپنے دامن کو بھر لیں اور اس قرآنی خدمت کو اپنا مقصد زندگی بنالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

———

———

بلاکر اس کا جواب پیش کردو۔ ارشاد فرمایا:۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ کیا تم یہ کہتے ہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھڑ لیا ہے۔ تو کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر پیش کردو اور اللہ کو چھوڑ کر جسے چاہے بلا لو۔ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو!

لیکن، دوستو! اس چیلنج پر بھی عرب کے معاشرہ سے کوئی صدا بلند نہیں ہوئی کسی کی رگِ حمیت نہیں پھڑکی۔ کسی دل میں غیرت نہیں آئی۔ کسی طبیعت میں جوش وابھار پیدا نہیں ہوا۔ کہ وہ اس جیسا کلام پیش کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک نیا محاذ کھڑا کردیتے، اس تحریک کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی رگِ حمیت کو پھر للکارا، ان کی غیرت پر پھر تیشہ زنی کی ان کے شک وشبہ کو پھر مہمیز لگائی اور صداقت کا اعلان کیا فرمایا۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ کہ اگر تمھیں اس کلام میں ذرہ برابر بھی شبہ ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے بنا کر لاتے ہیں۔ تو تم اس جیسی ایک ہی سورۃ بنا دو، اپنے معبودانِ باطلہ کو ساتھ لے لو، ان کا تعاون

حضرات! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی خداوند قدوس نے چیلنج کیا۔ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ تم یہ کہتے ہو کہ یہ انسان کا کلام ہے۔ اگر تمام انسان اور جنات اور کائنات کی تمام مخلوق بھی اکٹھا ہو کر اس جیسا قرآن پیش کرنا چاہے تو نہیں پیش کر سکتی چاہے ایک دوسرے کے حامی و مددگار کیوں نہ بن جائیں ـــــــ یہ ایک چیلنج تھا دشمنانِ اسلام و قرآن کے لئے یہ ایک زریں موقعہ تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف طعن و تشنیع کر رہے تھے۔ جو اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ وہ میدان میں آتے اور اس جیسا کلام پیش کر کے اس چیلنج کا جواب دیتے اور اس تحریک کو ابھرنے سے پہلے ہی کچل دیتے۔ لیکن اس چیلنج پر سبکو سانپ سونگھ گیا، ان دشمنانِ اسلام کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں، وہ سب ماہرینِ فن، فصیح و بلیغ اور زبان دانی میں اپنا جواب نہ رکھنے والے حیرت میں پڑ گئے، کسی نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا، سبکی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ پھر حق تعالیٰ شانہ نے اور نیچے اتر کر فرمایا کہ اگر تم پورا قرآن پیش نہیں کر سکتے تو اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر پیش کر دو۔ اگر تنہا نہیں لا سکتے تو اپنی عالمی کانفرنس کر لو۔ اکیڈمی بنا لو اور تمام تمایوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ فی القرآن الکریم۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ صدق اللہ العظیم

جناب صدر، حاضرین جلسہ، اور عزیز ساتھیو! میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی آیت تلاوت کی ہے جس میں حق تعالے شانہٗ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں پڑھ کر سناتے ہیں، اس کے علوم و معارف تمھارے سامنے بیان کرتے ہیں، اس کی صداقت و سچائی کا اعلان کرتے ہیں۔ اور تم یہ سمجھتے ہو، تمھارا خیال یہ یہ اسی کا کلام ہے، آسمانی وحی نہیں ہے۔ میری طرف سے نازل نہیں ہوا ہے تم میرے حبیب کو جھٹلاتے ہو، تم میں سے کہنے والے کہتے ہیں لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ۔ اگر ہم چاہتے تو اس جیسا کلام ہم بھی پیش کر دیتے۔ تو آؤ تمھارے لئے راستہ صاف ہے۔ تم بھی انسان ہو، تم بھی اسی خطہ کے رہنے والے ہو، طلاقت لسانی میں تمھاری مثال نہیں، فصاحت و بلاغت کے تم امام ہو۔ تمھاری ادنیٰ سی ادنیٰ چھوکریاں بھی شعر ادا ادبا کی مجلسوں میں تہلکہ مچا دیتی ہیں۔ تم نظم و نثر کے استاذ ہو، ماہر فن ہو۔ اس جیسا قرآن پیش کردو۔

مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے

(علامہ اقبالؒ)

راحت نصیب ہو سکتی ہے۔
آئیے! خدا سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے اپنی رضا نصیب فرما دیں اور بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ اٹھا کر یوں کہیں ؎

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے
(اقبالؒ)

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

* * *

اقبالؒ

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے
تری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تری آنکھوں میں بیباکی نہیں ہے

دے دیتے ہیں۔

لیکن اسے اپنے اندر حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اپنے عزائم میں پختگی، اپنے استقلال میں پامردی اور آنکھوں میں بے با کی کی ضرورت ہوتی ہے اس کے اندر اسے بہت سی کٹھنائیوں اور دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسے جبر واستبداد اور ظلم وستم سے بھی واسطہ پڑتا ہے اُسے مشکلات اور مصائب کی سختیاں بھی برداشت کرلی پڑتی ہیں دراصل ایسے ہی افراد اور ایسی ہی قوموں نے تاریخ کی کایا پلٹی ہے۔

ایک شاعر نے اس کی پوری ترجمانی یوں کی ہے ؎

کانٹوں میں جو کھلتا ہے شعلوں میں جو پلتا ہے
وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے

محترم حضرات!! آج مسلمان جس کس مپرسی کا شکار ہیں، دنیا انھیں تیز نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ ان کے وقار کو چیلنج کررہی ہے، ان کی عظمت پر حملہ کررہی ہے، اس لئے امت مسلمہ کے لئے وقت ہے کہ وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہوجائے۔ اپنے اندر تغیر اور انقلابی کردار پیدا کرے خدا سے سچی محبت اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق اور اسلام کے صحیح اصولوں کو اپنائے۔ دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر اپنی شریعت کا پاس ولحاظ ہو اپنی اصلاح اپنے عزیزو اقربا کی اپنے پڑوسیوں کی اور پوری امت مسلمہ کی اصلاح کی فکر ہو۔ اپنی پوری قوم میں اسلامی فکر و نظر اور عملی کردار کی فکر ہو۔ تب جا کر امت مسلمہ

توآپ نے فرمایا جہاں تک ممکن ہوسکے دشمن کی سرزمین میں لے جاکر دفن کرنا تاکہ خدا کے سامنے کہہ سکوں کہ دشمن سے لڑائی کرتے کرتے انھیں کی سرزمین میں دفن ہوگیا ہوں۔ چنانچہ انتقال کے بعد آپکی لاش قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے لے جاکر دفن کی گئی۔ اور مسلمانوں نے رومیوں سے کہدیا کہ اگر تم نے لاش کی بے حرمتی کی تو پھر اسلامی سلطنت کے اطراف میں کبھی ناقوس نہ بج سکے گا سلطان محمد فاتح نے جب قسطنطنیہ کو فتح کیا تو آپؓ کے مزار پر مقبرہ بنوایا اور اسی سے متعلق مسجد بنوائی جو جامع ایوب کے نام سے مشہور ہے۔

حضرات! یہ حضرات تھے انھوں نے خود کو انقلاب کا علمبردار تصور کرلیا تھا۔ اپنا اوڑھنا بچھونا اسلامی نشر و اشاعت بنالیا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ پوری دنیا پر چھا گئے تھے۔ آج اسی اسلامی فکر پر حملے ہوں، ہمیں منظم طریقہ سے کچلنے کی سازشیں ہوں، ہماری اذانوں پر پابندی لگے۔ ہمارے قرآن پر چیلنج کیا جائے ہماری عورتوں کی عصمت دری کی جائے۔ لیکن ہماری غیرت برداشت کرلیتی ہے۔ ہماری حمیت کو سانپ سونگھ جاتا ہے، ہمارے ذہنوں میں انقلابی کردار بیدار نہیں ہوتا؟ ہمارے قلب و جگر کی انگیٹھی سرد پڑ جاتی ہے۔ ہماری رگوں میں خون منجمد ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہمارے اندر مذہب و شریعت کی محبت نہیں رہی ہے دین سے دوری پیدا ہوگئی ہے۔

دوستو! حقیقت ہے جب بھی کوئی فرد بیدار ہوتا ہے۔ یا کوئی بھی انسان اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی ٹھان لیتا ہے اور جب بھی کوئی قوم بے حسی چھوڑ کر میدان عمل میں آجاتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس کی مردانہ ہمت، بے باکانہ جرأت اور قلندرانہ کردار کے آگے سب جواب

آپ کے قلب وجگر میں موجزن تھی۔
سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب قسطنطنیہ پر فوج کشی کی گئی، قسطنطنیہ مشرقی کلیسا کا مرکز تھا اس لیے رومیوں نے پوری مدافعت اور بھرپور حملہ کی تیاری کی۔ مسلمانوں میں بھی اسلامی انقلاب کی وجہ سے زبردست جوش و ولولہ تھا۔ بار بار شوق شہادت کی تمنائیں لے کر آگے بڑھے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قسطنطنیہ کی فتح کی خوشخبری رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دے رکھی تھی اس لڑائی میں جوش و جذبہ اور حوصلہ و استقامت کی ایک تصویر جب نگاہ کے سامنے آتی ہے تو دل دہل جاتا ہے۔ آنکھوں میں چمک سی دوڑتی ہے اور ذہن ودماغ میں ایک ہلچل سی پیدا ہوتی ہے۔ یہ تصویر سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ نحیف ونزار، لاغر وناتواں۔ کمزور ہڈیوں کا ڈھانچہ، بڑھاپے کا ضعف، جسم پر گوشت کا صرف نام ونشان، بہت ہی نڈھال لیکن اسلامی حمیت۔ دینی غیرت اور مذہبی جوش، خدا کی پناہ۔ آواز میں ایسی کڑک، گفتار میں ایسا اعتماد جو انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی۔ راستہ میں بیمار ہو جاتے ہیں۔ ہرچند کوشش کی جاتی ہے کہ پیچھے لوٹ جائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا اگر مر جاؤں تو گھوڑے کے پیٹ سے میری لاش باندھ دینا تاکہ دور تک اسلام کا نام روشن ہوتا چلا جائے۔ محاصرے کے دوران جب بے محابا دشمنوں سے لڑائی ہو رہی تھی حضرت ابو ایوب انصاری مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ آخری سانس جاری ہے، موت کا فرشتہ روح نکالنے کیلئے کھڑا ہے۔ یزید بن معاویہؓ نے ان سے پوچھا اگر کوئی وصیت ہو تو آپ فرمائیں۔

تنِ مردہ میں جان ڈالنے کی سعی کریں۔ اپنے جسم میں رُوحانی تبدیلی اور اصلاحی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری یہ تمنا ہو کہ ہم آکاش کی بلندیوں تک پہنچیں ستاروں پر کمندیں ڈالیں۔ پوری دنیا میں اسلامی انقلاب پیدا کریں۔ کائنات کی ساری چیزیں ایک ہی پروردگار کو اپنا مشکل کشا سمجھیں۔ اسی کے آگے اپنا سر جھکائیں؟

صحابۂ کرام رضؓ کے دل و دماغ میں یہی بات تھی۔ انھیں اپنے پیٹ سے زیادہ اصلاحی تبدیلی کی فکر تھی۔ انھیں فلک بوس عمارتوں سے پہلے اپنے اطرافِ سلطنت کے دوسرے بھائیوں کی بے حسی و بے کسی کی فطرت تھی۔ اس لئے ان کی ذات سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنھیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ تو تمام مدینہ والے چشم براہ تھے۔ آپؐ کے قدموں کے نیچے پلکیں بچھانے کیلئے تیار تھے۔ تمام یہی چاہ رہے تھے کہ حضورؐ میرے یہاں قیام فرمائیں، ہمارے یہاں مہمان بنے۔ ہمیں آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہو۔ بہت سے حضرات نے آپؐ سے اصرار فرمایا ——— لیکن آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی جہاں بیٹھ جائے گی وہیں قیام ہوگا۔ یہ مامور ہے۔ یہ اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے گھر کے آگے بیٹھی۔ یہ شرف میزبانی انھیں حاصل ہوا کتنے خوش نصیب تھے آپؓ۔ اور کتنی محبت تھی آپؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی تڑپ اور بیداری کی اتنی زبردست خواہش

اپنی کشتیِ حیات کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اسے سوچنے کی فرصت نہیں ،سمجھنے کیلئے اسکے پاس وقت نہیں۔ وہ صرف کھانے پینے اور سامانِ راحت جمع کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہے۔ خدا کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ صحابۂ کرام اور اسلاف کے کردار کو پامال کر ڈالا ہے۔ اسلام کی صحیح روشنی اس نے چھوڑ دی۔ اپنے ملّی سرمایہ کو خیر آباد کہہ دیا ہے۔ اگر اسے فکر ہے تو پیٹ کی، اگر اسے سوچ ہے تو اونچے اونچے اور بلند بلند مکانات تعمیر کرنے کی۔ اگر اس کی خواہش ہے تو مال ودولت جمع کرنے کی۔ اور اگر اس کی تمنّا ہے تو دنیا کے بڑے بڑے منصب اور عہدے حاصل کرنے کی۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ وہ تمام سامانِ راحت جمع کر کے پریشانیوں سے چھٹکارا پاسکتا ہے۔ اُسے سکون کی منزلیں نصیب ہوسکتی ہیں تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ اگر اسے سکون و راحت چاہیئے تو اسے اور صرف اپنے ملّی تشخص ، اپنے کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے۔ اسلام کا سچّا سپاہی بننے اور خدا کی یاد میں مل سکتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق بڑھانے کے ساتھ رشتۂ محبت استوار کرنے میں مل سکتی ہے۔

حضرات!۔ ایسے نازک حالات میں جب کہ چہار دانگ عالم سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں منظم طور پر تحریکیں اس ملتِ اسلامیہ کو کچلنے کیلئے چل رہی ہیں مسلمانوں کو بھی بیدار ہوجانا چاہیئے ؟

اللہ تعالیٰ اسی وقت اس قوم میں تغیر و تبدیلی پیدا کرتے ہیں جب وہ قوم **خود بھی** اپنے اندر انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرے مسلمانوں کو چاہیے اپنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً۔ اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم۔ ان اللہ لایغیر ما بقوم
حتی یغیروا ما بانفسہم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال خود اپنی حالت بدلنے کا

محترم حضرات! سامعینِ کرام، حاضرینِ جلسہ۔ مسلمان آج کل جن پریشانیوں سے دوچار ہیں جس طرح وہ ہر جگہ مصیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں وہ سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ آج امتِ مسلمہ ایک نازک موڑ سے گذر رہی ہے۔ ہر جگہ اضطراب و مایوسی کے عالم میں ہے۔ قسم قسم کے اس پر حملے ہو رہے ہیں طرح طرح سے اُسے ستایا اور آزمایا جا رہا ہے، کہیں ظلم و ستم کی چکی میں پیس کر اس کا امتحان لیا جا رہا ہے، کبھی اس کے معصوم بچوں کو شہید، عورتوں کو بیوہ کر کے اسے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے کبھی اس کے فکر و نظر پر حملہ کر کے اس کی جانچ کیجاتی ہے۔ یہ دنیوی قاعدہ نہیں بلکہ خدائی قانون بھی یہی ہے اللہ تعالیٰ بھی رنج و الم اور خوشی و مسرت دیکر انسان کو آزماتے ہیں لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ تم کو آزماتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس آزمائش میں کون پورا اترتا ہے۔ اس امتحان میں کون اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتا ہے؟

دوستو! لیکن آج کا مسلمان ان سب آزمائشوں کے باوجود اسی طرح اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اسے کسی چیز کی پروا نہیں۔ وہ گرد و پیش کے ماحول سے بے خبر

روحانی تبدیلی

یا

اصلاحی انقلاب

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب

(اقبالؒ)

اقبال مرحوم نے کہا تھا ؎

میں تجھکو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

اس وقت اُمتِ مسلمہ کے لیے نہ کسی دیوارِ گریہ کا سہارا ہے، نہ کسی مُقدّس صلیب کا۔ ہمیں بہرحال اس دنیا کی آغوش میں جینے کا عزم کرنا ہے۔ عزم ہی نہیں بلکہ اپنی تمام ملی خصوصیات کو حیاتِ نو بخشنی ہے۔ ہم فقط زبوں حالی و پریشانی ہی نہیں بلکہ دنیا کے سارے خطرات کو دور کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ پیہم جدوجہد مسلسل کوشش اور عزم و ہمّت کی مشعلیں روشن کریں۔ اپنے قوانین پر سختی سے کاربند ہو جائیں۔ اپنی زندگی میں ہلچل پیدا کرلیں۔ کیونکہ کسی قوم کی زندگی میں تغیر اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب کہ وہ قوم خود بھی چاہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔

آئیے! آج ہم یہاں سے عہد لیکر اٹھیں کہ اپنے اندر انقلاب پیدا کریں گے حق و صداقت کی آواز بلند کریں گے۔ ہر چہار دانگ عالم میں اسلام کے جھنڈے لہرا دیں گے۔ اور جیسا حق چاہتا ہے۔ ایسا تغیر پیدا کردیں گے۔ اور یہی دعوت دے کر اپنی بات ختم کرتا ہوں ؎

آؤ مل کر انقلاب تازہ تر پیدا کریں
دہر پر اسطرح چھا جائیں کہ سب دیکھا کریں

السّلام علیکم

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

محترم حضرات !! مختصر یہ کہ حق وصداقت کو ان موجوں سے ہمیشہ سابقہ پڑا ہے۔ ان میں بعض موجیں اس قدر بلند ہوئیں کہ انھوں نے آسمان کو چھولیا، لیکن اس کے بعد سمندر کی تہ میں ہمیشہ کے لیے سو گئیں کتنی باطل طاقتیں نمودار ہوئیں، کیسی کیسی حکومتیں وقیادتیں ظاہر ہوئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی بساط اُلٹ گئی، ان کا نام لینے والا دنیا میں کوئی باقی نہ رہا، البتہ حق اسی طرح روشن ہے اسلام اسی طرح زندہ ہے، صداقت اسی طرح اپنی کرشمہ سازی میں مصروف ہے اُمت بھی وہی ہے اور اس کا پیغام بھی وہ ہی۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

لیکن دوستو! آج مسلمان کی حالت پھر ناگفتہ بہ ہے۔ آج پھر وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے، آج پھر اس کی زندگی بدنصیبی کے دورا ہے پر کھڑی اس کی حالتِ زار کا تماشہ دیکھ رہی ہے۔ اس کی بےچارگی پر ماتم کر رہی ہے۔ اور اس کا عملی قدم یہ ہے کہ کاسۂ گدائی لئے اقتدار کی ڈیوڑھی پر سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ مگر ہائے افسوس!!

ہم کو ان سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

بنی اسرائیل نے سینکڑوں سال تک دیوارِ گریہ سے ٹیک لگائے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ اقتدار سے اپنی زندگی کی بھیک مانگتے رہے۔ مگر نتیجہ اس وقت نکلا جب انھوں نے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ ان کے بازوؤں میں ماتمی زنجیروں کے بجائے شمشیر وسنان نظر آنے لگے اسی وقت سے ان کی کایا پلٹ گئی۔

آواز اٹھائی حق کے مقابل جو بھی نبرد آزما ہوا۔ آج ان کا حشر دنیا والوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تاریخ کے اوراق میں ان کا انجام آج بھی دیکھا جا سکتا ہے ان کی آواز دبا دی گئی، باطل کو چکنا چور کر دیا گیا۔ ان کے قلعوں کو مسمار کر دیا گیا۔ اس کے بالمقابل حق ابتک اسی طرح تاباں و درخشاں ہے، زندہ اور زندگی بخش ہے۔

آپ پچھلی داستان پڑھ کر دیکھ لیجئے، واقعات کی ترتیب زمانی ملاحظہ فرمایئے۔ دیکھئے مسیلمہ کذاب، طلیحہ اسدی، سجاح، ابوطاہر جبائی، عُبید بن میمون حسن بن صباح. بہاؤ الدین ایرانی، اور غلام احمد قادیانی کا کیا انجام ہوا ——— اسی طرح اسلام کی روشنی کو گل کرنے کے لئے تاتاریوں نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا، ہزاروں اسلامی تصنیفات ضائع کیں۔ اسپین میں تیرہ لاکھ مسلمان جلا دیئے گئے۔ ان کی نشر لائبریریاں تباہ کر دی گئیں. قرآن کے بہت سے نسخے دریا بُرد کر دیئے ——— اسلام کے قلب پر ہزاروں حملے ہوئے. ایک طرف باطنیت اور اس کی شاخیں اسلامی روح اور اس کے نظام عقائد کے لئے سخت خطرہ کا باعث تھیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کو زندگی سے بے دخل کرنے کے لئے صلیبیوں کی یورش اور تاتار کا حملہ کافی تھا۔

لیکن ان سب کے باوجود کیا حق مٹ گیا، کیا اسلام کا دنیا سے خاتمہ ہو گیا، کیا مسلمانوں کی تعداد میں کچھ کمی ہو گئی، کیا ان کے علوم و فنون ختم ہو گئے، کیا ان کی اقدار و روایات ختم ہو گئیں. نہیں بالکل نہیں۔ بلکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسی باطل کے زعمِ تسنن کے حامی کھڑے ہو گئے۔ انھیں صنم خانوں میں حق و اسلام کے پاسبان مل گئے ——— اقبال مرحوم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے ؛ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

موسیٰ کی ضرب نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے۔ دنیا میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فتنوں نے جنم لیا لیکن جب بھی کوئی فتنہ ابھرا تبھی کسی صف شکن قوت نے اس کا قلع قمع کر دیا تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ فتنۂ ارتداد کو کچلنے کیلئے سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ، خوارج کو ختم کرنے کے لئے حضرت علی رضؓ، بنی اُمیہ کے مظالم کو مٹانے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ، اخلاقی انحطاط کی اصلاح کے لئے حسن بصریؒ، فتنۂ خلقِ قرآن کو فرو کرنے کے لئے امام احمد بن حنبلؒ، فتنۂ اعتزال کے لئے ابوالحسن اشعریؒ، فلسفۂ یونان کے الحاد کے لئے امام غزالی رحؒ، مردہ دلوں کی مسیحائی کے لئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ، صلیبی لڑائیوں کے لئے نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبیؒ، تاتاری شہنشاہوں کے قلوب کو گرمانے کے لئے جلال الدین رومیؒ، ہندوستان میں اسلامی تحریک چلانے کے لئے خواجہ معین الدین چشتی رحؒ، شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ، شاہ ولی اللہ سید احمد شہید رحؒ، الحادِ اکبری کے لئے مجدد الف ثانی رحؒ۔ برطانوی سامراج کے مقابلہ کے لئے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مسیحیت کی بیخ کنی کے لئے مولانا محمد علی مونگیریؒ، حافظ رحمت اللہ کیرانوی، قادیانیت مرزائیت کی شورش فرو کرنے کے لئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ یہ حضرات میدانِ عمل میں آئے۔

ان بزرگوں نے اسلام میں نئی قوت و حرکت اور مسلمانوں میں نیا ایمان اور نئی زندگی پیدا کی۔ یہ افراد ذہنی، علمی، اخلاقی اور روحانی ہر اعتبار سے اپنے زمانہ کے ممتاز ترین افراد تھے۔ طاقتور دلاویز شخصیتوں کے مالک تھے۔ جاہلیت و ضلالت کی ہر نئی ظلمت کے لئے ان کے پاس کوئی نہ کوئی ید بیضا ضرور تھا!

اسلام میں جس نے بھی رخنہ پیدا کیا۔ سر مرگ نقیہات کے خلاف جس نے بھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیاً۔ اَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

ستیزہ کار رہا ہے، ازل سے تا امروز
چراغِ مُصطفویؐ سے شرارِ بُولہبی

صدرِ محترم، سامعینِ کرام، حاضرینِ جلسہ۔ اس عظیم محفل اور مبارک مجلس میں حق و باطل کی معرکہ آرائی اور نور و ظلمت کے تصادم کے متعلق کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

حضرات! ازل سے ابتک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب بھی حق کی طاقت سامنے آتی ہے اور حق کی روشنی پورے عالم کو منور کرنے لگتی ہے تو باطل اپنے آلات سے لیس ہو کر میدان میں آجاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ جب بھی ضلالت و گمراہی عام ہونے لگتی ہے ہر طرف سفاکی، عیاری، غارت گری پھیل جاتی ہے۔ تو حق کی طاقت ضلالت و گمراہی کا خاتمہ کرنے اور اس ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے میدان میں آجاتی ہے۔ پھر حق و باطل کی طاقتوں میں ٹکر ہوتی ہے۔ باطل طرح طرح سے کوششیں کرتا ہے کہ حق کی طاقت کو پاش پاش کر دے لیکن وہ خود ہی پاش پاش ہو جاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ باطل کی طاقت جب بھی میدان میں آئی تو حق نے ہمیشہ آگے بڑھ کر اس قوت کو ختم کر ڈالا۔ اور جب بھی کبھی فرعونِ وقت نے سر ابھارا، عصائے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اقبال مرحوم

پڑھنے والوں کو شاہی القاب سے کیسے نہ نوازا جائے گا۔

حضرات! یہی وجہ ہے کہ قرآن اتنا عظیم ہے۔ اسمیں علم ومعرفت کے خزانے بھی ہیں، اور تجارت ومعاشرت کے اصول بھی اسمیں تغیر پذیر زمانہ کے لئے روشن ضابطہ بھی ہے اور متمدن دنیا کے لئے ضابطۂ اخلاق بھی، آج دنیا اگر رفعت وعظمت حاصل کرنا چاہتی ہے تو وہ صرف اور صرف اس قرآن کی وجہ سے کر سکتی ہے۔ عزت وسکون اگر نصیب ہو سکتا ہے تو اسی قرآنِ حکیم کی بدولت مبارک ہیں ـــــ وہ لوگ جو قرآن کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں اور اس کی عزت وعظمت میں اپنی توقیر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

٭

جو ترے قول کی تقدیس سے کرتے ہیں گریز
خاک کر دے انھیں مٹی کے برابر کر دے
ـــــ طارق بن ثاقب

بڑھا دیا جاتا ہے، ابرِ کرم پوری قوت سے برستا ہے۔ رحمت خداوندی ہر فردِ بشر پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ فرمایا:۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ اور اس مہینہ میں بھی اس رات کا انتخاب فرمایا جس رات کی عبادت کو ہزار مہینے سے افضل قرار دیا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

حضرات! اندازہ کیجئے۔ جو ذاتِ خداوندی کا کلام ہو جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب و مکرّم فرشتے کے ذریعے اترا ہو، افضل المرسلین خاتم النبیین، شفیعُ المذنبین، حبیب خدا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی مقدس شخصیت پر نازل ہوا ہو بلد امین اور مدینہ منورہ جیسے مقدس مقامات کا اس کے لئے انتخاب ہوا، اور پھر رمضان کا مہینہ اور اس میں بھی شب قدر میں اس کا نزول ہو۔ تو پھر بتلائیے اس کلام سے اتنا صالح اور عظیم انقلاب کیوں نہ ہوگا۔ اس سے علم و معرفت کی روشنی کیسے نمودار نہ ہوگی۔ اس سے مردم گری اور مردم سازی کا کارخانہ کیسے تیار نہ ہوگا۔ اس سے جمود و تعطل، بے حسی، انتشار و اختلاف، اور اقتصادی بحران کیسے دور نہ ہوگا۔ اس سے تشخص، ثقافت اور تمدنی جلوہ گری کیسے نہ ہوگی، اس سے حکمت و دانش کے ضابطے کیسے نہیں ملیں گے۔ اس کا ایک ایک لفظ کائنات کی تمام اشیاء سے بڑھ کر کیسے نہ ہوگا۔ اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں کیسے نہیں ملیں گی۔ اس کے

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

توپھر یہ قرآن عظیم کیوں نہ ہوگا، اسمیں یہ کرشمہ سازی کیسے نہ ہوگی۔ جس کا اتارنے والا امین، واسطہ امین اور جس پر نازل ہوا وہ امین، اور اترا بھی ایسے مقام پر جسے حق تعالیٰ شانہٗ بلد امین کہہ کر پکارا، قرآن پاک میں جس کی قسم کھائی وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔ اور اس کعبۃ اللہ کی تعمیر میں قدوسیوں کا حصہ بھی ہے۔ آدم و خلیل علیہما السلام نے بھی اسکی تعمیر کی۔ جس پر روزانہ قدسیوں کی فوج تسبیح و تہلیل کرتی ہوئی اترتی ہے جس کے طواف سے کوئی لمحہ بھی خالی نہیں رہتا۔ جہاں.... ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور جب اس سرزمین سے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ ہجرت فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب تھا۔ کعبۃ اللہ پر آخری نظر ڈالتے ہوئے فرمایا تھا "کہ اے سرزمین مکہ تو مجھے روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں رہنا پسند نہ کرتا ...... اور مدینۃ المنورۃ میں بھی قرآن نازل ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسند فرمودہ تھا۔

دوستو! اس کے نزول کے لیے مہینہ بھی وہ منتخب ہوا جو باجماع علماء تمام مہینوں سے افضل ہے جسمیں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس مہینہ میں مومن کا رزق

امانت دار بھی جن کی طاقت تاریخی حقائق اور قرآنی شواہدات سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے قوم لوطؑ کی بستیوں کو اپنے بازؤں سے اٹھایا اور آسمان پر لیجا کر پھر نیچے پٹخ دیا، اور قوم ثمود پر ایک زبردست چیخ ماری جس سے پوری قوم وہیں ڈھیر ہو گئی چشم زدن میں آسمان سے نیچے اتر آنا اور زمین سے اوپر چلے جانا یہ بھی آپ کی سرعت وطاقت کی دلیل ہے۔

بقیع الغرقد میں جناب نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اصلی شکل میں دیکھا۔ کہ ان کا سر آسمان تک اور پاؤں زمین میں تھے اور مشرق سے مغرب تک خلا بھرا ہوا تھا۔ باریک ریشمی دیبا کا لباس زیب تن تھا۔ اس پر زمردو یاقوت اور مروارید ٹنکے ہوئے تھے۔ ان کے چھ سو پر تھے۔ اس وجیہہ و مکرم اور پُروقار فرشتہ کے ذریعہ یہ قرآن نازل ہوا ہے اور نازل ہوا ہے اس ذات گرامی پر جو خلاصۂ کائنات ہے۔ زمین وآسمان کی تخلیق ہی جس کے لئے ہوئی جسمیں تمام انسانی کمالات جمع کر دیئے گئے وہ ذات جو غریبوں کا ملجا، یتیموں کا سہارا، بیواؤں کا آسرا، مظلومونکی حامی اور پوری انسانیت کی محسن ہے جس نے اپنے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت سے ایک مفید انقلاب اور صالح معاشرہ کی تعمیر کی۔ اور قرآن کے دستور حیات کے مطالعہ سے قوم کو متمدن و مہذب بنا دیا۔ جس کی مدحت و منقبت میں یہ مصرع حقیقت کا ترجمان ہے۔

مرغزاروں میں شادابی نہیں آسکتی اور خزاں رسیدہ چمن میں بہار نہیں آسکتی، جس کی خدائی کے آگے تمام مخلوق ساکت وصامت رہتی ہے جسکی تعریف و توصیف کی کسی قلم وزبان میں طاقت ہی کہاں ہے صحیح ہے ؎

فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک تیرے ہی جلوے تیرے ہی سائے
ہر اک ذرہ تیرا ہی مظہر ـــــ اللہ اکبر، اللہ اکبر
ذرے کو چاہے خورشید کر دے، صحرا کو چاہے گلزار کر دے
سب ایک قطرہ تو ہے سمندر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

جب اس ذاتِ واجب الوجود کا یہ کلام ہے، تو اس کی شان و جلوہ گری اسمیں کیسے نہ ہوگی اور پھر یہ کلام نازل ہوا ہے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے، جن کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سیدُ الملائکہ ہیں، سب سے افضل اور بارگاہِ خداوندی میں سب سے مقرب ہیں، حدیث پاک میں ہے افضل الملائکۃ جبرئیل۔ قرآن پاک میں بھی ان کی تعریف آئی ہے کہیں انھیں روح القدس کہا، کہیں روح الامین، کہیں طاقت والا، کہیں عرش کے پاس مقیم رہنے والا، کہیں انھیں امین کا خطاب دیا ارشاد ہے:۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۝ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝ کہ جبرئیل علیہ السلام ایک معزز، طاقتور قاصد ہیں، عرش پر ان کا مقام سب سے بلند ہے، سیدالملائکہ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ

کرایا اور پوری انسانیت کو بیدار کر کے ان کے دلوں میں عزت و حرمت امانت و دیانت، عصمت و عفت، مروت و شجاعت، کرم و سخاوت اور صالح معاشرہ کی تعمیر کی، اس کے ایک ایک لفظ، ایک ایک کلمہ، اور ایک ایک طرزِ تعبیر نے کائنات پر گہرا اثر ڈالا، اس کے پیغام نے ناخواندہ و جاہل معاشرہ کو قدوسیوں کے مقام پر کھڑا کر دیا۔

حضرات! اور تعجب یہ ہے کہ اس نے یہ حیرت انگیز کارنامہ صرف تیئیس ۲۳ برس کے عرصہ میں پیش کر دیا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی کرشمہ سازی ہے، وہ کون سا جادو ہے، اس میں وہ کون سی کیمیائی طاقت ہے جس نے مردم گری و مردم سازی کا کام اتنی محیر العقول تابانی کے ساتھ کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے متعلقات اتنے عظیم و بلند نتیجہ خیز ہیں جن سے زیادہ رفعت و بلندی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا جن کی شوکت و سلطنت، اور قوت و عظمت کے آگے کائنات کا ذرہ ذرہ جبینِ عقیدت خم کرتا ہے۔

آئیے! اس کے متعلقات پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں کہ یہ قرآن کس کا کلام ہے، کس کے واسطے سے نازل ہوا، کس شخصیت پر یہ اترا۔ اس کا زمانۂ نزول اور مقامِ نزول کیا ہے۔ یہ قرآن اس واجب الوجود کا کلام ہے جو تمام صفات کمالیہ کو مستجمع ہے، جو بادشاہوں کا بادشاہ حاکموں کا حاکم اور آقاؤں کا آقا ہے۔ ازل سے ابد تک جس کا سکہ جاری ہے جس کی اجازت کے بغیر درخت کا کوئی پتہ تک نہیں ہل سکتا۔

عظمتِ قرآن

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

(اقبالؔ مرحوم)

بصری کے کارواں سالار کی مثالیں ڈھونڈو، اگر تم عدالت کے
قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے
داخل ہونیوالے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک کونہ میں
کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف
کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے
اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ رض کے مقدس شوہر
کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہ رض کے
باپ اور حسن و حسین رض کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی
اور کسی حال میں بھی ہو تو تمھاری زندگی کے لئے نمونہ، تمھاری سیرت
کی درستی و اصلاح کے لئے سامان، تمھارے ظلمت خانے کیلئے
ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی تعلیمات کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے
خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ ہماری زندگی، ہمارا مرنا جینا، اور ہمارا ہر
عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہو جائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

"اگر تم دولتمند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی پیروی کرو اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی داستان سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر تم فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نظر کرو، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ اُحد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاذ و معلّم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلّم قدس کو دیکھو، اگر تم شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے کی باتیں سنو اگر تم واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر و محراب پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تم تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوہ تمھارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر تم اپنے کاروبار اور نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار کو دیکھو، اگر تم یتیم ہو تو عبداللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو اگر تم بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے کو دیکھو، اگر جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار میں ہو تو

اپنا فریضہ تصور کرتے تھے، نظامِ تہذیب و معاشرت کی تعمیر تو چاہتے تھے
آپؐ تو اپنے ہاتھوں میں ایک ایسی جھلملاتی مشعل دیکھنا چاہتے تھے جو
آندھیوں، طوفانوں، اور متنوع حالات میں نشانِ راہ ہو۔ اور پوری
انسانیت اسی سے روشنی حاصل کرے۔ آپؐ تو انسانیت کو نئے اعتقادی
واخلاقی سانچے اور بہترین تنظیمی رشتے میں پرونے کے لیے تشریف لائے
تھے، آپؐ نے مکمل نظامِ زندگی اور الملک للہ، الحکم للہ کا وہ
ہمہ گیر تخیل پیش کیا، بلکہ اس کی تاسیس کر کے اسے عملی جامہ پہنایا جس نے
پورے معاشرے کو آسمانِ ثقافت پر جگمگانے والے وہ اخلاق واقدار
کے گلدستے دیئے۔ جنھوں نے اپنی مسکان سے پورے عالم کو مہکا دیا۔
جنھوں نے زبردست تحریک کے ذریعہ فکر و عمل، ذہن و شعور، اور نوعِ
انسانی کی گوناگوں عظمتوں کو درخشاں و تاباں بنا دیا۔ آپؐ نے احتساب
نفس، احتسابِ دین اور احتسابِ کائنات کے وہ ضابطے دیئے جنہیں
امت کی بیداری اور صالح قیادت کا پیام مضمر ہے۔

یہ حقیقتِ واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عالمِ نو کے
فکری، عملی معمار کی سرگزشت ہے جس کے ہر شعبہ میں احتسابِ نفس و احتساب
کائنات کا درس ہے اور مسجد سے لیکر بازار تک۔ خلوت کدوں سے لیکر
جلوت کدوں تک، خانقاہی مزاج سے لیکر میدانِ جہاد تک، بدر و حنین

ہیں معلم قدس کا منصب کون سی ذمہ داریاں عائد کر رہا ہے، فیصلہ کرنے میں کیا چیزیں ملحوظ کرنی پڑتی ہیں، سیاسی، سماجی، پالیسیاں کیا ہوتی ہیں۔ اخلاق و اقدار کی مشعل کے کیا ضابطے ہیں، فکری و ذہنی گرہ کھولنے کا کیا طریقہ ہے مردم سازی و مردم گری کیسے ہوتی ہے، غرض کائنات و مافوق الکائنات اشیاء کی تمام حقیقتوں اور اصول و ضابطوں کو جانچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی حیاتِ طیبہ کو ہم جانچ سکتے ہیں کہ کس طرح فطرت نے اسمیں گلکاری کی ہے اور کس طرح ہر گوشہ مکمل تابان و درخشاں زندہ و زندگی بخش ہے۔

محترم حضرات! حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند خیر و فلاح کی باتیں بتلانے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے، افرادِ انسانی کو کردار کے سانچے میں ڈھالنا یا ان کی تعلیم و تربیت ہی کے لئے آپکا انتخاب نہیں ہوا تھا ظلمت کدوں میں روشنی کے چراغ جلانا ہی آپ کا منصب نہ تھا کسی خلوت میں بیٹھکر ذکر و اذکار یا تلاوت و عبادت ہی آپ کا مقام نہ تھا، شر پسندی اور مخالفت و مزاحمت کے طوفانوں کو ختم کرنا ہی آپ کا زاویۂ نگاہ نہ تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ حیات تو ایک ہمہ گیر، صالح اور مفید انقلاب برپا کرنا تھا۔ آپ تو تمدن و ثقافت کی ایک صبح عالمتاب چاہتے تھے، ماحول کی تیرگیوں کے خلاف مسلسل جدوجہد اور نبرد آزمائی

اتنی جامع اور ہمہ گیر شخصیت کا وجود آج تک نہیں ہو سکا۔ اس لیئے ان پر سخن سرائی کی مجال اس پر سیر حاصل بحث مجھ جیسے زبان و بیان سے عاری شخص کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، کسی نے سچ کہا ہے۔

" سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی مثال ایک جوہڑ کے کھڑے پانی کی نہیں کہ جس کے ایک کنارے کھڑے ہو کر ہم بیک نظر جائزہ لے ڈالیں۔ وہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس میں حرکت ہے روانی ہے کشمکش ہے، موج و حباب ہیں سیپیاں اور موتی ہیں اور جس کے پانی سے مردہ کھیتوں کو مسلسل زندگی مل رہی ہے اس دریا کا رمز آشنا ہونے کے لئے اس کے ساتھ ساتھ رواں رہنا پڑتا ہے، آپؐ کی زندگی کا جائزہ لینے کیلئے حکومت وجہانبانی کے اصول دیکھنے پڑیں گے، معاشرت کے طور طریقوں کی چھان بین کرنی پڑے گی، فاتح کے خیالات کی رفعت کا اندازہ لگانا ہوگا جائزہ لینا پڑے گا کہ مفتوح قوم کی نفسانیت کیا ہوتی ہے، قوموں کا مزاج کیسے بدلا جاتا ہے، لڑاکو قوم کو شیر وشکر کیسے بنایا جاتا ہے، حق کی مشعل بلند کر کے اضطراب و سراسیمگی کیسے پیدا ہوتی ہے۔ بین الاقوامی تنظیموں کو کیسے چلایا جاتا ہے، دعوت و تحریک کے ذریعہ رقص و موسیقی اور شعر و شراب میں مگن قوم کو کس طرح محبت و عقیدت کا درس دینا پڑتا ہے، جنگی پالیسی اور دفاعی تدابیر کے قوانین کیا ہوتے ہیں، شوہر کی ذمہ داریاں کیا ہوتی

کتابِ زندگی کا کون سا ورق کھولوں، چمنستانِ سیرت کا کون سا گلدستہ پیش کروں گلشنِ حیات کی کس کس خیابان وروش کا تذکرہ کروں، افکار واعمال کا باب کھولا جائے، یا اخلاق واقدار کا، شجاعت وبسالت کی سرگزشت بیان کی جائے یا طہارت و پاکیزگی کی، عدل گستری کا تذکرہ کیا جائے یا نجی زندگی کا، رعایا پروری کا مطالعہ کیا جائے یا حقوق پسندی کا دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے ساتھ آپ کے طرزِ زندگی پر گفتگو کی جائے یا دوست واحباب کے تعلقات کا تجزیہ کیا جائے۔ آپ کی سیرت ہمہ گیر، ہمہ جہت و ہمہ جود دکھائی دیتی ہے، کمالات کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں ہے، آپؐ کی زندگی بیک وقت تہذیب وتمدن، معاشرت واخلاق، سیادت وقیادت، امارت وحکو... جہد ومشقت، توکل وانابت، صبر وقناعت، زہد وعبادت، مروت و شجاعت اور کمال علم واخلاق کا حسین سنگم دکھائی دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سال کے ایک مختصر سے عرصہ میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کیا، عالم اسلام کا انتشار اور انسانیت کا بحران ختم کیا، فلاح وبہبودی کا وہ کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ آپ کی زندگی بیک وقت ایک حاکم، ایک امیر، ایک معلّم ایک وزیر ایک افسر، ایک داعی، ایک فلسفی، آقا، ملازم، فاتح، سپاہی، جج، وکیل مزدور، تاجر، باپ، شوہر کی زندگی کا مجموعہ ہے۔

کر سکوں ـــــــ کسی نے سچ کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

حضرات! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی حیات طیبہ پر آج تک ہزاروں، کروڑوں افراد نے عقیدت و محبت کے گلدستے پیش کیے ہیں۔ کروڑوں انسانوں نے اس قافلۂ بہاری کے نرم جھونکوں میں آرام کیا ہے۔ ایک جمّ غفیر نے اس کاروانِ عزیمت وہمّت کو اپنے قلم و قرطاس کی سلامی دی ہے، بہت سے حضرات نے چمن کے ذرّے ذرّے کو شہید جستجو کرنے کے لئے کتاب زندگی کے لکھو کھا اوراق جمع کیے ہیں۔ اس عالمی کردار کو سیرنگاری کے ذریعہ افق دنیا پر پھیلانے کی کاوشیں کی ہیں۔ ہزارہا کتابیں وجود میں آئیں، لکھو کھا صفحات پر مہر و محبّت اور عقیدت و احترام کا جذبہ کار فرما ہے۔ اور قیامت تک نہ معلوم کتنے صفحات دامن عقیدت سے وابستہ ہوں گے۔ کتنے خطیب و مقرّرین اپنی شعلہ سامانیوں سے اس ہستی کو خراج تحسین پیش کریں گے۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ عقیدت مندوں میں میرا بھی نام آجائے۔

لیکن دوستو! میں حیران ہوں، پریشاں ہوں، دل میں خیالات کا ایک سیلاب آتا ہے گرداب کی طرح سمٹ جاتا ہے۔ سوچ رہا ہوں

وہ دانائے سُبل، ختم الرُّسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں، وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ
(اقبال مرحوم)

پڑھا ہے کہ انھوں نے اپنا پورا عمل اور مکمل نظام زندگی کو خالص اللہ اور اسکی رضا و خوشنودی کے لئے کر رکھا تھا خواجہ نظام الدین اولیار کے ملفوظات میں ہے کہ کل قیامت کے دن معروف کرخی کو میدانِ قیامت میں حاضر کیا جائیگا وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی مست شرابی ہوتا ہے۔ تمام خلقت حیران ہو کر پوچھیگی یہ کون شخص ہے۔ آواز سُنائی دے گی کہ یہ ہماری محبت میں مست اور ہمارے دربار کا رند ہے۔ اس کو معروف کرخی کہتے ہیں۔ انھیں حکم دیا جائے گا کہ جنت کے اندر آجاؤ۔ وہ کہیں گے کہ نہیں خدایا میں نے جنت کے لئے تیری عبادت نہیں کی اس کے بعد ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ان کو نور کی زنجیروں میں جکڑ کر کھینچتے ہوئے جنت میں لایا جائےؑ۔

حضرات! اب موقعہ ہے، فرصت ہے، ہم اپنے دل کو ٹٹولیں، نفس کا احتساب کریں اور دیکھیں کہ ہمارے عمل میں کتنا اخلاص پایا جاتا ہے، ہماری سرگرمیوں میں کتنی خدا کی خوشنودی ہے، ہم کتنے اغراض و منفعت سے بالاتر ہیں، خطابات و القاب سے کتنے بے نیاز ہیں، ہم طائرِ عقل و فکر کی آزادی میں کامیابی سمجھتے ہیں۔ یا فکرِ آخرت کی کامرانی کو حقیقی کامرانی گردانتے ہیں۔ ہم میں قول و عمل کا تضاد تو نہیں گفتار و کردار میں بازی گری تو نہیں، ہمدردی و محبت کا برتاؤ کوئی شعبدہ تو نہیں۔ اگر جواب نفی میں ہے تو انشاء اللہ ہم کامیاب ہیں۔ ورنہ سخت دھوکے میں ہیں ہمیں جائزہ لینا ہے، زندگی کو کامیاب بنانا ہے اور کامیاب زندگی درحقیقت اتحادِ عمل اور خلوصِ نیت میں ہے میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین! —— وَمَا تَوْفِیْقِی اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ؑ فوائد الفواد صہ ۳۲۵

علم میں نورانیت، تعلیم وتدریس میں برکت وقوت، وعظ وارشاد میں تاثیر، تبلیغ ودعوت میں قبولیت، تصنیف وتالیف میں اثر ومقبولیت، سیاسی وتنظیمی کوششوں میں کامیابی ونتیجہ خیزی، تعلقات میں استواری، جماعتوں میں اتحاد، افراد میں ایثار ومحبت پیدا ہوتی ہے۔ غرض پوری زندگی کی چولی اپنی جگہ آجاتی ہے۔ اور ہر طرح کا ضعف و انتشار ختم ہوجاتا ہے! اور پھر مخلصین کی زبان میں وہ اثر ہوتا ہے کہ وہ دشمن کو دوست، پتھر کو موم، اور غافلوں، فاسقوں کو تہجد گذار اور تقویٰ شعار بنا لیتے ہیں۔ انکے اخلاص اور سوزِ دروں کے نتیجہ میں انسان کا دل بدل جاتا ہے۔ مخلصین اور دردمند بزرگوں کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں بجلی کی تاثیر اور قوتِ تسخیر ہوتی ہے۔

حاضرینِ کرام!! آج ہمیں ضرورت ہے کہ ہمارے ہر عمل، ہر کام صرف اللہ کے لئے ہوں۔ اگر علم حاصل کر رہے ہوں تو رب کی خوشنودی کے لئے، عمل کر رہے ہوں تو اس میں بھی خدا طلبی کا جذبہ ہو، عبادات میں بھی سرورِ عشق ہو، کسی سے معاملہ کر رہے ہوں کسی سے گفتگو ہو، بازار میں ہوں مسجد میں ہوں، کہیں بھی ہوں۔ اخلاص و ہمدردی اور اخلاق ویقین کے نور سے ہمارا دل روشن ہو، ہماری ہر ہر ادا اور طرز میں امانت وللٰہیت ہو۔ صحابہ کرام کی طرح خلوص وللٰہیت اور ایثار وقربانی کا جذبہ موجزن ہو، ہمارا مرنا جینا، شادی وبیاہ سب اللہ کے لئے ہو، ہر طرزِ فکر اور ہر ذوق وتقاضہ میں اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی کرشمہ سازی ہو۔ جب یہ فکر وجذبہ کارفرما ہوتا ہے تو اس سے تحریکوں میں جان پڑجاتی ہے کلام میں اثر اور عبادت میں حلاوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اسلاف کے تذکروں میں ہم نے

اور درد و سوز کا فقدان ہوگا، اسمیں جذبِ اندرون کی کمی ہوگی، تو اس کی عبادات میں وہ لطافت وانوار نہیں آسکتے، اس کی تحریر و تقریر میں وہ اثر آفرینی نہیں ہوسکتی اس کے ادب وانشا میں وہ حلاوت و چاشنی پیدا نہیں ہوسکتی، اور انسان جو بھی کام کریگا اس کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے واہ واہ اور داد و تحسین سے ضرور اسے نوازا جاسکتا ہے، اس کی تقریر پر سر دھنا جاسکتا ہے اس کے ادب وانشا کی تعریف و توصیف کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ سب چیزیں وقتی ہوتی ہیں سیلاب و آندھی کی طرح آتی ہیں اور گذر جاتی ہیں، صحرائی بگولوں کیطرح ایک طوفان آتا ہے اور ختم ہوجاتا ہے۔ اس کا اثر تادیر نہیں ہوتا، سرورِ عشق اور نورِ یقین پیدا نہیں ہوتا۔

جگر مرادآبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا، تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں چہرے پہ یقیں کا نور نہیں

[illegible] نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے ؎

[illegible] دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

[illegible] خلوصِ نیت اور درد و سوز سے ہر دینی کام، ہر عمل، ہر پیغام [illegible] ہے۔ اور وہ عمل زندہ اور طاقتور بن جاتا ہے [illegible] زندہ و زندگی بخش ہیں۔ ان میں وہی [illegible] خلوصِ نیت سے عبادات میں روحانیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امّا بعد!

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ:۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

✲

نقش ہیں سب ناتمام! خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام! خونِ جگر کے بغیر

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ، اور عزیز ساتھیو!!۔۔۔ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اور آپ کو فرصت دی، ایک موقعہ دیا۔ میں اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر آج اس مجلس میں ایک بڑی اہم بات آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ توجہ، سکون اور اس پر عمل پیرا ہونے کی نیت سے سماعت فرمائیں گے

حضرات! میں چاہتا ہوں کہ آج "اخلاصِ نیت" پر آپ کے سامنے کچھ کلام کروں، اخلاصِ نیت ایک عظیم دولت ہے، اعمال واخلاق کا سنگِ بنیاد ہے، دردمندوں کے دل کے درمان اور کتابِ زندگی کا ایک لائحۂ عمل ہے۔۔۔ انسان بڑے سے بڑا کام کرلے، وہ دینی قائد اور دنیوی پیشوا بن جائے، وہ بہترین مفسر، شاندار مقرر، شعلہ بیان خطیب، اچھا انشاء پرداز، کامیاب مدرس، سرگرم تحریکی کارکن اور فصاحت و بلاغت کا امام بن جائے، وہ کتنا ہی باذوق، سلیم الطبع، حساس، ذہین فطرت اور کتنی ہی سنجیدہ، آب پر ترقی پیدا کرنے والا ہو۔ وہ صبح وشام، شب وروز الا اللہ کی ضربیں لگاتا ہو، گوشۂ تنہائی اور عزلت گزینی میں بسر اوقات کرتا ہو، اگر اس میں اخلاصِ نیت

اخلاصِ نیّت

نقش ہیں سب ناتمام! خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام! خونِ جگر کے بغیر

علامہ اقبالؒ

دعا

الٰہی دے مجھے طرزِ تکلم
مری آواز کو تو زندگی دے

مجھے افکارِ صالح بھی عطا کر
مری تحریر کو تابندگی دے

[illegible]

جھنجھوڑتا ہے قریش کے سامنے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا ان الرائد لایکذب اھلہ واللہ لو کذبت الناس جمیعا ما کذبتکم ولو غررت الناس جمیعًا ما غررتکم واللہ الذی لا الٰہ الا ھو انی رسول اللہ الیکم خاصۃ والی الناس کافۃ واللہ لتموتن کما تنامون ولتبعثن کما تستیقظون ولتحاسبن بما تعملون ولتجزون بالحسان احسانا وبالسوء سوءً وانھا لجنۃ ابدا او لنار ابدًا۔ اس تقریر میں دیکھئے نازک جذبات کو کس طرح صیقل کیا گیا ہے۔ قوت استدلال کتنا شاندار و پرشکوہ ہے، الفاظ کا زیر و بم اور اسمیں یقین و خلوص کی کیسی جھلک ہے اس پر اپنائیت کے جذبہ نے مقرر کے خلوص و یقین کو دو آتشہ بنا دیا ہے، پھر مضامین توحید و رسالت اور مواد کے موثر طریقہ کو ملاحظہ فرمایئے۔ تقریر کا یہی انداز ہوتا ہے جو دلوں کو اپیل کرتا ہے۔

عزیزی مولوی محمد ناظم ندوی استاذ جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور نے تقریر کا پیش نظر مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ اسمیں یہی اصول کارفرما ہیں۔ اچھوتے مضامین اور لب ولہجہ دعوتی و تحریکی ہے۔ علمی مواد اور طرز ادا کے ساتھ الفاظ کا خزانہ بھی وافر مقدار میں جمع کیا گیا ہے۔

عزیز موصوف کا قلم رواں اور شاداب ہے۔ اس سے پہلے بھی ان کے ترتیب کردہ مضامین پر اصحاب ذوق نے داد و تحسین سے انھیں نوازا ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ مجموعہ بھی زبان و بیان میں نکھار پیدا کرے گا۔ اور ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا اور اس سے استفادہ کر کے بہت سے حضرات آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشیں گے۔ خدا کرے یہ کاوش قبول ہو جائے اور ان کا قلم دکھی انسانیت کا درماں بن جائے۔

آمین۔!

(مولانا) جمیل احمد قاسمی (مدظلہٗ)

دارالعلوم دیوبند

تاثرات

از : حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی
ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹملپور۔ ضلع سہارنپور یوپی

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر مسلمان پر اسکی طاقت وہمت کے بقدر ضروری ہے۔ اگر ہاتھ سے طاقت رکھتا ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے۔ اگر دونوں کی سکت نہ ہو تو دل میں برا سمجھے د (ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان) اس امت کو خیر امت کا ممتاز تمغہ اسی صفت کی بنا پر دیا گیا۔ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اسی پاکیزہ جذبہ کے پیش نظر محترم مولانا محمد ناظم صاحب ندوی مدرس جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹملپور نے " جو ایک مخلص نوجوان عالم ہیں خطابت وصحافت کا بھی اچھا ذوق پایا ہے"۔ مختلف موضوعات پر یہ تقاریر پیش کی ہیں۔

کاشف العلوم میں درس وتدریس کے علاوہ طلبہ کی انجمن "جمعیۃ الاصلاح" کا شعبہ بھی آپ سے متعلق ہے جس سے ان کے شعور وفکر اور ذوق ووجدان کو جلا بخشا جاتا ہے۔ اور ان میں تقریر وتحریر کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے۔ جس پر عزیز موصوف بڑی جانفشانی ومحنت کرتے ہیں طلبہ کو حالات حاضرہ سے باخبر اور ان کے دل ودماغ میں امید کی کرن اور بیداری کی لہر پیدا کرتے ہیں ــــــ یہ انھیں تقاریر کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں عزیز طلبہ کو لکھ کر دی ہیں۔ جن میں اسلام کی روح، ایمان وایقان کی باد بہاری، اخلاص ومحبت کا آبشار، فکر وعمل کا انقلاب اور ذہنی وفکری قیادت کا ایک حسین سنگم ہے۔ اسلوب نگارش مفید ومؤثر اور جذبات کو اپیل کرنے والا ہے۔ یہ درحقیقت دل کی دھڑکن، امت کی شکستہ حالی کی فکر، سوز دروں اور خون جگر ہے۔ جو قلم کے راستے ابل پڑا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس مجموعہ سے عوام وخواص اور خاص طور پر طلبہ مستفید ہوں گے۔ اور انکے لئے یہ مضامین خطابت کے ساتھ ساتھ قلب میں نورانیت اور سیرت وتربیت وکردار سازی کا مواد فراہم کریں گے ــــــ میں عزیز موصوف کی اس محنت اور ان کے اس جذبۂ تحریک کی قدر کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم میں طاقت اور قلب میں مزید للّٰہیت پیدا فرمائے آمین ــــــ !

(مولانا) محمد اسلم (صاحب)

اظہارِ خیال

از حضرت مولانا شمس الحق صاحب ندوی استاذ ندوۃ العلماء و ایڈیٹر "تعمیر حیات" لکھنؤ

حامداً و مصلیاً:-

عزیز گرامی مولوی محمد ناظم صاحب ندوی کے مرتب کردہ مجموعہ تقاریر کے بعض اجزاء پر نظر ڈالنے کا موقع ملا جس کی زبان صاف، شستہ شگفتہ اور اندازِ بیان عام فہم، سلیس وجاذب ہے، مضامین بامقصد پرکشش اور دلچسپ ہیں۔ ان موضوعات پر کمسن بچوں کا تقریر کرنا جہاں ان کی قوتِ گویائی کو بڑھائے گا وہیں بچپن سے بامقصد کاموں میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا حوصلہ وجذبہ پروان چڑھے گا، دعوت وتحریک، تعلیم وتربیت اور تمدن وثقافت کے میدان میں وہ نمایاں ومثالی کردار ادا کریں گے۔

امید ہے کہ اس مجموعہ کو ذوق وشوق سے پڑھا جائے گا۔ اور تقریری صلاحیتوں کو ابھارکرنے میں بڑا معاون ثابت ہوگا۔

میری دعا ہے، عزیز موصوف کا یہ جذبۂ دعوت وتربیت برابر ترقی کرتا رہے اور ان کا قلم اُمت کو نازک مرحلوں سے باخبر کرتا رہے۔ آمین۔

مولانا شمس الحق ندوی (مدظلہ)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ر روانی، دلوں کو اپیل کرنے کا انداز، الفاظ کا ذخیرہ وغیرہم۔ اس مجموعہ میں ان کا عکس صاف دکھائی دیتا ہے۔ اس سے حوصلہ بڑھا اور ان میں سے بعض ان مضامین کا جن کا تعلق تاریخ کے مدّوجزر، فکر واصلاح، تحریک وانقلاب اور امّتِ مسلمہ کے نازک مرحلوں سے تھا، انتخاب کیا۔ نظرِ ثانی کی اور بزرگوں کی خدمت میں حاضر کیا جنھوں نے ہمّت افزا کلمات سے نوازا۔ تاہم بشری تقاضے کے مطابق غلطی کا امکان قوی ہے۔

احباب وقارئین سے التماس ہے کہ غلطی سے مطلع فرمادیں تاکہ اصلاح ہوجائے میں اپنے ان تمام بزرگوں واحباب کا شکر گذار ہوں جنھوں نے کسی طرح کا بھی تعاون دیا اور خلوص ومحبّت کا ثبوت پیش کیا۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے قبولیتِ عامّہ سے نوازے اور میرے اور امت کے لئے اسے زادِ راہ بنائے۔ آمین۔

محمد ناظم ندوی

۲۰ر جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

مطابق ۹ر فروری ۱۹۸۸ء

پیش لفظ

کاشف العلوم چھٹملپور میں "جمعیۃ الاصلاح" کے نام سے ایک انجمن ہے۔ اس کے ہر ہفتہ باقاعدہ تقریری پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔ طلبہ اسمیں ذوق وشوق سے حصہ لیکر اپنی خوابیدہ و مخفی صلاحیتوں کو بیدار کرتے ہیں۔ بعض وہ احباب جو تقریر و خطابت کے میدان میں نوخیز تھے۔ مختلف اوقات میں مجھ سے تقریر لکھنے کی فرمائش کی۔ میں نے اکرام و محبت کے جذبہ سے ان کے ذہن، مزاج و مذاق و شعور کو دیکھ کر برجستہ ان کی فرمائش پوری کی۔ کچھ دنوں کے بعد بعض احباب نے ان تقاریر کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور اصرار کیا کہ اگر انھیں کتابی شکل دیدی جائے تو ان سے استفادہ کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔ میں نے اس مجموعہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ مضامین اچھوتے، دعوتی و فکری ہیں، ان میں جوش و روانی و برجستگی کے ساتھ ایک پیغام بھی مضمر ہے، اور جس نئی نسل کے ساتھ قوم و ملت کا مستقبل وابستہ ہے اس کیلئے ایمان و خلوص کا آبشار، اور عزم و صداقت کا آب رواں بھی، جس سے دلوں کو نور ایمان اور روح کو اخلاقی قدریں ملتی ہیں اور تقریر و خطابت کے جو اصول ہیں، مثلاً ... لب و لہجہ سنجیدہ و متوازن، کہیں کہیں جذباتی، نشیب و فراز، سلاست و

انتساب

کاشف العلوم کے

ان

جیالوں کے نام

جنھوں نے

زبان و قلم کو باطل کے لئے نبرد آزما کر رکھا ہے۔

ندوی

تفصیلات

شاہکار تقریریں۔

(مولانا) ناظم ندوی (صاحب)

طارق نعمانی فاضل دیوبند

رحمانی کمپیوٹ پریس دیوبند فون 23506

اپریل سنہ ۱۹۸۶ء

دوسری بار — گیارہ سو

مکتبہ البلاغ دیوبند (یوپی)

ان المؤمن یجاہد بسیفہ ولسانہ
شاہکار تقریریں
ترتیب
مولانا محمد ناظم صاحب ندوی
جامعہ عربیہ کاشف العلوم چھٹمل پور
ناشر
مکتبہ البلاغ دیوبند یوپی
۲۴۷۵۵۴